ہندو علماء و مفکرین کی قرآنی خدمات

ترجمہ

اورنگ زیب اعظمی

ہندو علمائے و مفکرین کی قرآنی خدمات

ہندو علمائ و مفکرین
کی
قرآنی خدمات

تحریر
وزیر حسن

ترجمہ: اورنگ زیب اعظمی

دار النوادر، لاہور

۲۰۰۵ء

کتاب: ہندو علماء و مفکرین کی قرآنی خدمات

تحریر: وزیر حسن

ترجمہ: اورنگ زیب اعظمی

اہتمام: دارالنوادر، لاہور

مطبع: آصف یلیین پرنٹنگ پریس، لاہور

قیمت: -/40روپے

ڈسٹری بیوٹرز

فضلی بک سپر مارکیٹ

اُردو بازار، نزد ریڈیو پاکستان، کراچی۔
فون:2212991-2629724

فرسٹ فلور، الحمد مارکیٹ، غزنی سٹریٹ
اُردو بازار، لاہور فون: 7320318
ای میل: hikmat100@hotmail.com

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمۂ مترجم

قرآن مجید وہ تنہا آسمانی کتاب ہے جس کے پڑھنے میں اپنوں اور غیروں نے یکساں دلچسپی دکھائی ہے۔ اپنوں نے اس سے ہدایت لی تو غیروں نے ضلالت وگمرہی۔ اپنوں نے دن ورات اسکی ایک ایک آیت پر اس لئے ڈیرے ڈالے کہ وہ ہدایت ورہنمائی کی آخری اور کامل کتاب ہے جبکہ غیروں نے اسکی تاثیر کے پہلو تلاش کرنے، اس میں کمی نکالنے اور اسکی تعلیمات کو غلط رخ دینے کی غرض سے اس پر اپنے اوقات ضائع کئے۔ مگر انہیں غیر مؤمنین ومسلمین میں ایک ایسی جماعت بھی گذری ہے جس نے اس کی حقانیت وصداقت کو تسلیم کرتے ہوئے اسکی 'بہترین' تعلیمات کو اپنایا ہے اور اپنے ہم مشربوں کو ایسا کرنے پر ابھارا بھی ہے۔ ان کا کام اس لئے زیادہ مفید ہے کہ وہ اس طرح کے لوگوں کو اسلامی فکر سے قریب کرتا ہے۔

ہندوستان کو یہ فخر حاصل ہے کہ اس کے حکمرانوں اور عوام دونوں نے قرآن کے ابتدائے نزول ہی سے اسکو سمجھنے اور اس سے ہدایت حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔ سب سے پہلا کام پنجاب وسندھ کے راجہ مہروک بن رائق نے ۸۸۳ء میں قرآن کا سورہ یسین تک ایک عالم سے ترجمہ کروایا۔ ابتداء انتہائی بابرکت ثابت ہوئی۔ اس کے بعد مختلف ادوار میں مسلمانوں کے ساتھ ساتھ غیر مسلموں نے بھی اس کتاب کے پڑھنے اور اس پر کام کرنے میں دلچسپی لی۔ انکی ایک طویل فہرست ہے۔ ان میں مترجمین ومصنفین دونوں شامل ہیں۔

غیر مسلموں میں سے کام کرنے والے، جیسا کہ میں نے عرض کیا، دو طرح کے لوگ رہے ہیں۔ ایک وہ جنہوں نے اس میں کمی نکالنے کے علاوہ کچھ اور نہیں کیا۔ انہوں نے مختلف پہلوؤں سے اس پر بے جا اور غیر معقول اعتراضات کیے۔ اس طرح کے لوگوں کی تعداد زیادہ ہے۔ مگر انہیں میں ایسے بندے بھی ہیں جنہوں نے اسکی صداقت کا اعتراف کیا، اس سے استفادہ پر ابھارا اور اس کا دیگر آسمانی کتابوں سے منصفانہ موازنہ پیش کیا۔ جناب وزیر حسن صاحب مبارکباد کے مستحق ہیں جنہوں نے ان مترجمین و مصنفین کی کاوش کا ایک مختصر مگر جامع تعارف پیش کیا۔ اس سے ہندو مسلم اتحاد کو تقویت پہونچے گی۔ جزاہ اللہ خیراً۔

کتاب چونکہ انگریزی میں ہے اس لئے یہ اندیشہ ہے کہ بہت سے اردو جاننے والے جو اس زبان سے ناواقف ہیں اُس سے محروم رہ سکتے ہیں۔ میں نے اسی غرض سے اسکو اُردو میں منتقل کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی کتاب پر غور کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے غیر مسلم بھائیوں کو ہدایت بخشے۔ آمین ثم آمین

غفار منزل، جامعہ نگر، نئی دہلی۔ ۲۵ اورنگ زیب اعظمی

تراجم وتفاسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ حقیقت کسی پر مخفی نہیں کہ عالم اسلامی کا غالب حصہ غیر عرب اقوام سے مل کر بنتا ہے جن کی نہ زبان عربی ہے نہ ہی ماحول۔ قرآن و دیگر مصادر کو سمجھنے کے لئے انہیں کسی نہ کسی تعلق سے ترجمہ کی ضرورت پڑتی ہی ہے۔ ترجمہ کا ایک دوسرا پہلو علمی مباحثے و مناظرے بھی ہیں جن کا دیگر مذہبی علماء سے وقتاً فوقتاً سابقہ پڑتا ہے۔ اس ضرورت کو سامنے رکھتے ہوئے قرآن کا تقریباً دنیا کی تمام زبانوں میں ترجمہ کیا گیا۔

ہندستان کو بھی یہ برتری حاصل ہے کہ اس کی مختلف زبانوں میں قرآن کے ترجمے موجود ہیں۔ چونکہ ہمارا مطالعہ صرف ہندو علماء کی قرآنی خدمات تک محدود ہے اس لئے ہم صرف ان کے قلم سے نکلے ہوئے ممکن الوصول تراجم ہی کا ذیل میں تذکرہ کریں گے۔

ترجمۂ قرآن از قلم ونے کماراوستھی

یہ قرآن کا ہندی ترجمہ ہے۔ اس کا نام ہے قرآن شریف۔تفسیر مجیدی۔ جیسا کہ عنوان سے واضح ہے یہ مولانا عبدالماجد دریابادی کی تفسیر کو شامل ہے۔ یہ لکھنؤ کتاب گھر سے شائع ہو چکا ہے۔ اس کی پہلی جلد، جو پہلی سورہ سے پانچویں سورہ پر مشتمل ہے، ۱۹۸۳ء میں شائع ہوئی۔ اس کے کل صفحات ۵۱۲ ہیں۔ مطبع وانی پریس لکھنؤ ہے۔

اس ترجمہ کی ابتداء مولانا سید الحسن علی ندوی کے مقدمہ سے ہوتی ہے جسے اردو اور ہندی دونوں زبانوں میں تحریر کیا گیا ہے۔ انھوں نے اس مقدمہ میں مولانا عبدالماجد دریا بادی کی کاوش کو کافی سراہا ہے اور انہیں عصر حاضر کے مفسرین و مترجمین میں ایک ممتاز

شخصیت گرداناہے۔مولانا کی تفسیر پر خامہ فرسائی کرتے ہوئے وہ فرماتے ہیں''یہ قرآنی فکر کاایک آئینہ اور سنی اور صحیح العقیدہ مسلمانوں کے سمجھنے کاایک بہترین ذریعہ ہے۔اسکا سبب یہ ہے کہ مولانا نے عربی تفاسیر کے منتخب اور اہم ذخیرے کی طرف رجوع کیا ہے۔انھوں نے سلف کی آراء کو کافی اہمیت دی ہے۔انھوں نے قرآنی فکر کی وضاحت میں جدید علوم وماڈرن سائنس جیسے جغرافیا،تاریخ،ثقافت،مذہب اور فلسفہ کا کافی حوالہ دیا ہے۔ان کے باوصف مولانا نے مستشرقین کی غلط فہمیوں کی وضاحت کی ہے۔''

مولانا ابوالحسن ندوی نے اپنے مقدمہ کے اختتام پر وِنے کمار اوستھی کے ذریعہ کی گئی عبدالماجد دریابادی کی قرآنی تفسیر کے ہندی ترجمہ کی کوشش کو کافی سراہا ہے اور اس پر اپنی خوشی کا اظہار کیا ہے۔

مقدمہ کے بعد حکیم عبدالقوی دریابادی کا مقالہ آتا ہے جو مولانا دریابادی سے قبل انگریزی زبان میں قرآن کی تفسیری خدمات پر ہے۔

جناب وِنے کمار اوستھی مولانا عبدالماجد دریابادی کی تفسیر سے کافی متاثر تھے۔انھوں نے اس کی اہمیت کو سمجھا اور اسے ہندی کا لباس پہنانے کا فیصلہ کیا۔واقعہ یہ ہے کہ ان کے والد گرامی،جناب نند کمار اوستھی،نے قرآن کا ایک ہندی ترجمہ ۱۹۶۹ء میں شائع فرمایا۔ یہ ایک بے مثال چیز تھی۔عربی کے ساتھ ساتھ دیوناگری رسم الخط میں قرآن کا تلفظ پیش کیا گیا تھا۔ہندی ترجمہ قرآن کے مستند انگریزی اور اردو تراجم پر مبنی تھا۔گراں قدر علماء واہل علم نے کافی تعریف کی۔والد گرامی کی اس کاوش سے حوصلہ پاکر اس تجربہ کار قلمکار نے یہ کارنامہ انجام دیا۔

اس ترجمہ کی اہم خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔قرآنی نصوص کو عربی میں بھی باقی رکھا گیا۔
۲۔قرآنی نصوص کے دیوناگری تلفظ کو جگہ ملی کہ پڑھنے میں آسانی ہو سکے۔
۳۔قرآنی نصوص کے پڑھنے کے قواعد و اشارات بیان فرمائے گئے تاکہ ہندی خواں قاری اسے بہ آسانی صحیح انداز سے پڑھ سکے۔
۴۔موضوعات و سورہ کا ایک انڈکس تیار کیا گیا۔
۵۔عربی زبان کے مختصر قواعد بیان فرمائے گئے۔

ترجمہ نگار جناب و نے کمار اوستھی کی یہ ایک قیمتی کوشش ہے۔اس کی زبان آسان اور عام ہندی خواں قاری کے لئے قابل فہم ہے۔اردو کے بھی چند الفاظ آ گئے ہیں مگر یہ وہ الفاظ ہیں جو بالعموم بولے جاتے ہیں جیسے مقدار اور مقصد وغیرہ۔اس طرح ترجمہ ہر معنی میں مکمل ہے اور ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ کوئی ترجمہ اس اہتمام، احتیاط اور انداز سے اب تک نہیں آیا ہے۔

ترجمۂ قرآن از قلم پنڈت رام چندر دہلوی

یہ قرآن کا ہندی ترجمہ ہے۔ترجمہ نگار پنڈت رام چندر دہلوی عربی کے مشہور عالم تھے۔انھوں نے قرآن کے انہیں حصے کا ترجمہ کیا ہے جن کا تنقیدی مطالعہ سوامی دیانند سرسوتی نے اپنی کتاب ''ستیارتھ پراکاش'' میں پیش کیا ہے۔

قرآن کے ایک خاص حصے ہی کے ترجمے کا سبب بتاتے ہوئے پنڈت رام چندر نے لکھا ہے[۱] کہ ہمارے مسلمان بھائیوں نے تاکید کی کہ'' ستیارتھ پراکاش'' میں شامل ترجمہ غلط اور غیر معقول ہے۔آیات کے نمبر مختلف جگہوں پر مشکوک ہیں۔چنانچہ انھوں نے خود ایک ایسا ترجمہ کیا جو صحیح اور ہر طرح کی غلطیوں سے پاک ہو۔''ستیارتھ پراکاش'' میں شامل ترجمہ کے بارے میں ان کا کہنا ہے کہ یقیناً نمبر سے متعلق چند معمولی غلطیاں در آئی ہیں مگر

جہاں تک معانی سے متعلق غلطیوں کا تعلق ہے وہ ایسی نہیں ہیں کہ جن سے اسلامی اصول ومبادی پر حرف آئے۔ان کی رائے کے مطابق ''ستیارتھ پراکاش'' میں شامل ترجمہ معلوم ہوتا ہے کہ شاہ رفیع الدین دہلوی کے ترجمہ پر مبنی ہے۔ چونکہ اس میں رموز اوقات نہیں ہیں اس لئے ذرا تشویش ہوتی ہے۔ بنابریں پنڈت رام چندر نے ایک الگ ترجمہ کرنے کا فیصلہ کیا جو رموز اوقاف کی صحت کے ساتھ ساتھ ان آیات کے تراجم پر شامل ہو جو ستیارتھ پراکاش کے مترجم سے رہ گئے تھے۔ پنڈت رام چندر نے ''ستیارتھ پراکاش'' کے انداز ترجمہ کو تبدیل نہیں کیا ہاں چند الفاظ کو بدل دیا تا کہ شاہ رفیع الدین دہلوی کے ترجمہ کی آن باقی رہے۔ چونکہ وہ خود عربی کے اچھے عالم تھے اس لئے ان کا ترجمہ خود ستیارتھ پراکاش کے ترجمہ کی توثیق وتصدیق کرتا ہوا چلتا ہے۔

یہ ترجمہ ۱۹۴۳ء میں چھپا اور چونکہ لوح کتاب مفقود ہے اس لئے ناشر کا پتہ لگانا ذرا مشکل ہو چلا ہے۔اس کے کل صفحات ۳۶ ہیں۔ تعارف کے مابعد پنڈت رام چندر نے مطبعی غلطیوں کا ایک جدول پیش کیا ہے۔ مکمل ترجمہ ۱۵۹ حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔عربی نصوص کو دیوناگری رسم الخط میں ایک طرف اور ان کے ترجمے کو اس کے مقابل دوسری طرف رکھا گیا ہے۔ زبان بہت آسان اور ہندی کے الفاظ کی کثرت ہے۔ یہ پنڈنی کنیا مہا ودیالیا، وارانسی میں دستیاب ہے۔

ترجمۂ قرآن از قلم پریم سرن پرنت

یہ ہندی ترجمۂ قرآن ہے۔ اس کے صرف دو اجزاء، پہلا اور تیسرا، کاشی آریا سماج لائبریری، بنارس میں موجود ہیں ۔ پہلا حصہ سورۃ الفاتحہ اور سورۃ البقرہ کے ترجمہ پر مشتمل ہے جب کہ تیسرا حصہ سورۃ المائدہ اور سورۃ الانعام کو شامل ہے۔اگر چہ مترجم نے پہلے جزء کے مقدمہ میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ قرآن کے ترجمہ کو جزء کے حساب سے شائع کرے گا مگر

فی الحال لائبریریوں میں ان دونوں اجزاء کے علاوہ کچھ اور موجود نہیں اور نہ ہی آریا سماج کی مطبوعات کی فہرست میں ان کا کوئی تذکرہ ہے۔ یہ فہرست ہندوستان میں موجود آریائی مفکرین کی خدمات پر مشتمل ہوتی ہے۔ اس لئے ایسا لگتا ہے کہ دوسرا حصہ کم تعداد میں شائع ہوا اور بہت جلد ختم ہو گیا اور تیسرے حصہ کے بعد کوئی اور حصہ منظر عام پر نہ آسکا۔ یہ مترجم و ناشر جناب پریم سرن کے اس بیان پر مبنی تخمینہ ہے جس میں انھوں نے یہ شکایت کی ہے کہ خریداروں کی تعداد اطمینان بخش نہیں ہے بنا بریں تیسرا حصہ وقت پر شائع نہ ہوسکا اور غیر معمولی تاخیر ہوئی۔ چنانچہ ایسا لگتا ہے کہ آریائی مفکر اور آزاد خیال ہندوؤں کی طرف سے اس ضرورت کے احساس کے باوجود یہ اقدام عام خریداروں کو متوجہ نہ کرسکا اور مالی کمی کے سبب آئندہ اشاعت کو ملتوی کرنا پڑا۔

یہ ترجمہ پریم پستکالے، آگرہ سے شائع ہوا ہے۔ موجودہ کسی بھی حصہ میں سنہ اشاعت مذکور نہیں مگر ایسا لگتا ہے کہ یہ ۱۹۴۰ء کی مطبوعات میں سے ہے۔

اس ترجمہ کا انتساب سیٹھ جوگل کشور جی برلا کے نام ہے۔ ابتدائے ترجمہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ یہ ترجمہ مہاتما گاندھی کے افکار سے متاثر ہوکر سوامی برہما نند سرسوتی کے حکم پر تیار کیا گیا ہے۔ اس کا اصل مقصد ہندوؤں کے درمیان قرآنی تعلیمات سے واقفیت پیدا کرنا ہے۔ جیسا کہ مترجم کا خیال تھا کہ وہ ایسا ترجمہ تیار کرے جس میں آیات دیوناگری رسم الخط میں اس طرح تحریر ہوں کہ صحیح طور سے پڑھی جاسکیں۔ ترجمہ مسلم مترجمین کے تفسیری نوٹ، حدیث کے حوالے، مسلم علماء کی تفاسیر، مکمل توضیح اور اسلامی اور ویدیائی افکار کے موازنہ پر شامل ہو۔ مگر انھوں نے ایسا نہیں کیا کیوں کہ پنڈت رام چندر نے انہیں مشورہ دیا جسے انھوں نے مناسب سمجھا۔ وہ مشورہ یہ تھا کہ قرآنی مشتملات پر تنقید یا کوئی تحشیہ اصل مقصد کی تکمیل نہ کرکے نامناسب اور بے وقت ثابت ہوگا۔ اس مشورہ کا لحاظ کرتے ہوئے قرآن کا

صرف ہندی ترجمہ ہی عام ہندوؤں کے سامنے پیش کیا گیا تا کہ ہر ایک قرآن کے افکار سے ایک حد تک واقف ہو سکے[۱]۔

ترجمہ کی ابتداء سے قبل حرکات، تلفظ اور تجویدی اصول کو بتایا گیا ہے۔اس کی کوشش کی گئی ہے کہ ایسا قاری جو عربی سے نابلد ہے قرآنی آیات کو صحیح طور سے پڑھ سکے۔

ترجمہ قرآن کے اصول تقسیم، منزل اور پارہ کے حساب سے کیا گیا ہے۔ پہلے قرآنی آیات کو دیوناگری رسم الخط میں تحریر کیا گیا ہے پھر ان کے ترجمہ کو تحریر کیا گیا ہے۔ زبان رواں اور بامحاورہ ہے۔تقریباً ہر صفحہ پر حاشیہ دیا گیا ہے جو مشکل الفاظ او علمی اصطلاحات کی توضیح کرتا ہے ہاں ان حواشی کے مصادر و مراجع کا ذکر کہیں نہیں آیا ہے۔

پہلا حصہ ۱۶۰ صفحات پر جبکہ تیسرا حصہ ۳۵۲ سے ۵۱۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

ترجمہ قرآن از قلم رگھوناتھ پرساد مشرا

یہ قرآن کا ہندی ترجمہ ہے جسے رگھوناتھ پرساد مشرا نے چپاتی، اٹاوہ سے شائع فرمایا ہے۔

یہ معلوم نہیں کہ پنڈت جی خود عربی زبان سے واقف تھے اور انھوں نے بلاواسطہ عربی سے یہ ترجمہ کیا یا انھوں نے کسی اور مصدر کا سہارا لیا۔ ہاں ترجمہ کافی حد تک بہتر ہے مگر مقدمہ کافی الجھا دینے والا ہے اور جابجا حسد بھرے نقد پر مشتمل ہے جس سے اس کی جاذبیت اور حسن جاتا رہتا ہے۔ایسا لگتا ہے کہ یہ ترجمہ اسلامی عقیدہ پر تنقید کرنے کے لئے کیا گیا ہے جسے قرآن نے پیش کیا ہے۔مترجم نے اس ترجمہ کے قاری کو اس کے مطالعہ سے قبل اپنی کتاب ''قرآن کا آدرش'' پڑھنے کا مشورہ دیا ہے۔

ترجمہ قرآن از قلم ستیا دیوی جی

یہ قرآن کا ہندی ترجمہ ہے۔ اس ترجمہ کا پہلا حصہ پنڈتی کنیا ودیالیا، بنارس کی لائبریری میں کثرت سے پایا جاتا ہے۔ یہ سورۃ الفاتحہ اور سورۃ البقرہ کے کچھ حصوں پر مشتمل ہے۔ ہاں نسخہ کافی بوسیدہ ہے۔ زبان آسان اور خالص ہندی ہے۔ یہ ترجمہ ۱۹۱۴ء میں تارا یترا لے، بنارس سے شائع ہوا ہے۔

ترجمہ قرآن از قلم ستیا دیو ورما

یہ قرآن کا سنسکرت زبان میں ترجمہ ہے۔ اس کا نام ہے سنسکرتم قرآنم۔ یہ لکشمی پبلیکشن، نئی دہلی سے ۱۹۹۰ء میں شائع ہوا ہے۔ مقدمہ میں ترجمہ نگار نے مختلف مذہبی موضوعات جیسے توحید، صفات، عروج دین، خاتمۂ نبوت، عذاب اور تناسخ ارواح کی فہرست پیش کی ہے۔ ان موضوعات کو قرآن اور ویدوں میں بیان کیا گیا ہے۔ دونوں مذہبی مراجع کا حوالہ دیتے ہوئے، ترجمہ نگار نے اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔

خود ترجمہ نگار کے قول کے مطابق یہ ترجمہ محمد فاروق خاں کے ہندی ترجمہ اور مارما ڈیوک پکتھال کے انگریزی ترجمہ پر مبنی ہے۔

ترجمہ قرآن از قلم چلوکوری نرائن راؤ (۱۸۹۰ـ۱۹۵۱ء)

یہ تیلگو زبان میں قرآن کا ترجمہ ہے۔ ڈاکٹر چلوکوری نرائن راؤ جو کہ اس میدان کے روح رواں ہیں، انھوں نے قرآن کا تیلگو زبان میں ۱۹۳۰ء میں ترجمہ کیا۔ وہ حکومت کے کالج، اناتھپورا آندھرا پردیش میں لسانیات کے پروفیسر تھے۔ مقدمہ میں انھوں نے اپنے کام سے متعلق پوری معلومات فراہم کی ہے۔ کیا، کیسے اور کیوں انھوں نے یہ انوکھی کوشش

کی۔ انھوں نے یہ کام ۱۹۱۵ء میں شروع کیا جسے پندرہ سال کی مشقت کے بعد مکمل کیا۔ پہلا ایڈیشن ۱۹۳۰ء میں جب کہ دوسرا ایڈیشن ۱۹۳۸ء میں شائع ہوا۔ انھوں نے یہ کام تنہا نہیں کیا بلکہ ان مسلمانوں کی بھی مدد لی جو عربی زبان اور احادیث نبوی سے واقف تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ "میں نے دو مولاناؤں کا انتخاب کیا جو عربی زبان کا اچھا علم رکھتے تھے۔ انھوں نے قرآن کا عربی نسخہ لیا اور میں نے حوالہ کے لئے انگریزی ترجمہ سامنے رکھا۔ ہر جگہ میں ان علماء سے مباحثہ کرتا۔ اس پورے کام میں میں نے کوشش کی ہے کہ جہاں تک ہو سکے عبارت کا اصلی معنی لوں۔ اختتام کے بعد میں نے مترجم نسخہ کو اپنے ان مسلمان دوستوں کے سامنے پیش کیا جو احادیث سے اچھی طرح وقف تھے۔ انھوں نے ضروری مقامات پر اصلاح کی۔ اس طرح میں نے تیلگو ترجمہ قرآن کی نشر واشاعت کی جراءت کی۔

انھوں نے اپنی کمی کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ایک زبان سے دوسری زبان میں روح معنی کا انتقال ذرا مشکل ہے۔ عربی کا اسلوب تیلگو سے ذرا مختلف ہے اور کبھی کبھی تیلگو کے الفاظ عربی کلمات کی روح کو نہیں بتا پاتے۔ اس طرح کے حالات میں تیلگو زبان کے قریب تر الفاظ لئے گئے ہیں جو اصلی معنی کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ عربی زبان کے متعلق انھوں نے فرمایا "یہ وہ زبان ہے جس میں محمد ﷺ نے حضرت جبرئیل کے واسطہ سے وحی کو سمجھا۔ یہی وہ زبان ہے جسے انھوں نے اس نئے عقیدہ کی پوری چابکدستی اور پورے جوش سے اشاعت کی۔ خود جزیرۃ العرب میں عربی زبان کا متبادل کوئی زبان نہیں۔ یہ کہنا غیر ضروری ہے کہ اجنبی زبان میں ترجمہ کے وقت اس کا رنگ جاتا رہتا ہے۔ ہمیں صرف اس کی روح سے تعلق ہے جو اگر صحیح طور پر سمجھی جا سکی تو یہ اس دنیا میں انسانیت کے پر امن بقاء کے لئے کافی ہے"

انھوں نے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ اگر مسلمان اور ہندو قرآن کو سمجھ جائیں اور پر امن

طور پر رہنے لگ جائیں تو میں سوچوں گا کہ میری محنت بارآور ثابت ہوئی''انھوں نے اس کام کی تکمیل کا ان کلمات میں اظہار کیا ہے کہ'' قرآن کا تیلگو زبان میں ترجمہ پہلے ۱۹۳۰ء میں شائع ہوا اور اسی سال اس کے تمام نسخے ختم ہو گئے۔''

ڈاکٹر چلوکوری نے تحریر فرمایا ہے کہ اگر کچھ لوگوں نے اپنے دوستوں کے درمیان ان نسخوں کو تقسیم کرنے کے لئے نہیں خریدا تو وہ مالی بحران میں گھر سکتے ہیں۔ چنانچہ کچھ لوگوں نے نسخے خرید لئے اور ان کی مالی مدد کی۔ اس سے لگتا ہے کہ نسخوں کی خریداری میں لائبریریوں نے ان کی مدد نہیں کی۔ انھوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ عوام الناس نے مالی طور پر ان کی حوصلہ افزائی نہیں کی مگر انھوں نے ہمت نہیں ہاری اور ان مشکل حالات میں بھی دوسرا ایڈیشن نکالنے کی جرأت کر ڈالی اس امید کے ساتھ کہ آندھرا پردیش کے سامنے ایک تابناک مستقبل ہے۔

اب ہمیں اس پہلو پر غور کرنا چاہئے کہ کس چیز نے انہیں اس پُر مشقت کام پر ابھارا؟ ان کا کہنا ہے کہ ہندوستان میں صدیوں سے ہندو اور مسلمان ایک ساتھ رہ رہے ہیں۔ ایک حد تک انھوں نے ایک دوسرے کی روزمرہ کی عادات واطوار کی نقل بھی کی۔ انھوں نے روزمرہ کی اشیاء کو پوری طرح اپنایا بھی جیسے لباس، زیور اور دیگر روزمرہ کے استعمال کی چیزیں۔ یہ بہر حال بدقسمتی تھی کہ انھوں نے ایک دوسرے کے مذہب کو سمجھنے کی کوشش کبھی نہیں کی۔ جب تک وہ ایک دوسرے کے مذہب کا مطالعہ نہیں کریں گے فرقہ وارانہ فسادات اور آپسی بغض وحسد دور نہیں ہوں گے اور بھائی چارگی کا ایک مکمل ماحول نہیں بن پائے گا۔ ان غلط حرکات کا سبب یہ تھا کہ مذہبی اور مقدس کتابیں دیگر زبانوں میں موجود نہ تھیں چنانچہ میں نے قرآن کے تیلگو ترجمہ کی ۱۹۱۵ء میں شروعات کی کہ ان غلط خیالات کا قلع قمع کیا جاسکے۔''

عوام کی درخواست پر اس کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۳۸ء میں شاردا پریس، بنارس سے نکلا۔ مترجم نے اس کی اشاعت کے آٹھ سال بعد اس پروجیکٹ کی اہمیت ان الفاظ میں

بتائی "بسا اوقات ہندو مسلم فسادات کے دوران ایسا لگا کہ دونوں جماعتوں کے لئے خطرہ سامنے ہے۔ ان مشکل حالات میں تیلگو زبان میں قرآن کے ترجمہ نے ان دو مذاہب کے پیرو کاروں کے درمیان بھائی چارگی اور آپسی ملاپ کی راہ ہموار کی۔ اگر اس طرح کے دوستانہ حالات بنتے ہیں تب مترجم اور ناشر یہ اعتراف کریں گے کہ اس طرح کے حالات کی تخلیق ہی ان کا اس اشاعت سے ملا ہوا صلہ ہے۔"

مترجم نے یہ مشاہدہ کیا کہ سب سے زیادہ خطرناک مسئلہ ہندو و مسلم فرقہ وارانہ بغض و حسد ہے۔ انھوں نے جو تنہا حل پیش کیا وہ یہ تھا کہ جب تک دونوں مذاہب اچھی طرح نہیں واضح ہو جائیں گے اس مسئلہ کا حل ناممکن ہے۔" مصنف نے یہ فخر کیا ہے کہ تیلگو ترجمہ قرآن نے آندھرا پردیش میں فرقہ وارانہ فسادات کو کم کر دیا ہے۔ انہیں کے الفاظ میں "ہندوستان کے دیگر علاقوں کی بہ نسبت آندھرا پردیش میں ہندو مسلم فرقہ وارانہ فسادات کم ہیں جس کا سبب تیلگو زبان میں ترجمہ قرآن کا وجود ہے۔"

تعارفی کلمات کے خاتمے پر مصنف نے دو عالموں، حاجی محمد اسماعیل منشی در عربی، فارسی و اردو، استاد پریسیڈنسی کالج اناتھپور، آندھرا پردیش اور افضل العلماء ک۔م۔فاروق استاد گورنمنٹ کالج اناتھپور، آندھرا پردیش، کا شکریہ ادا کیا ہے جنھوں نے مختلف انداز سے ان کی مدد کی بالخصوص ترجمۂ قرآن میں۔ یہ ترجمہ ایک ہی جلد میں ہے۔ اس کے صفحات ۷۵۴ ہیں تعارفی کلمات کے علاوہ جو ۲۷ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا سائز ۸٫۵×۵٫۵ انچ ہے۔ انھوں نے پورے قرآن کو تیلگو زبان میں آیت بعد آیت ترجمہ کیا ہے۔ اس کے تمام نسخے بہت جلد ختم ہو گئے۔ تعارفی کلمات بہت معلوماتی اور دلچسپ ہے۔ اس کے کل تین ابواب ہیں:

۱۔ عرب جاہلیت، تاریخ و عادات
۲۔ سیرت محمدؐ
۳۔ اسلام

آخری باب میں انھوں نے عربی جملوں کو تیلگو رسم الخط میں لکھا ہے جس میں انھوں نے تیلگو میں اسلامی عقیدہ اور عادات کی وضاحت کی ہے۔ تیلگو زبان قدیم اور بیسویں صدی سے ملتی جلتی ہے ہاں پہلے ایڈیشن کی بہ نسبت دوسرے ایڈیشن کی زبان زیادہ صاف ہے۔ مطبعی یا ترجمہ کی غلطیوں کی اصلاح کی گئی ہے۔ تعارفی کلمات میں انھوں نے ہندؤں اور مسلمانوں کو دوستانہ ماحول، باہمی مفاہمت اور مذہبی رواداری کی فضا میں پُر امن طور سے رہنے کی نصیحت کی ہے۔

ایسا لگتا ہے کہ ڈاکٹر چلوکوری نرائن راؤ نے تنہا تمام خرچ برداشت کیا اور ناشر کی مدد بہت کم شامل رہی۔ یہ پہلا آدمی تھا جس نے آنے والی نسل کو اس میدان میں ترقی کرنے کی نصیحت کی۔[۳]

ترجمہٴ قرآن از قلم رمیش لاکیش واراؤ

یہ ۱۰۶۵ قرآنی آیات کا تیلگو زبان میں ترجمہ ہے۔ یہ وہی آیات ہیں جنھیں ونو بھاوے نے اپنی کتاب ''قرآن سار'' میں پیش کی ہے۔ یہ کام ۱۹۷۴ء میں شائع ہوا۔ اس کا نام ''قرآن سارامو'' ہے۔ یہ گاندھی ساہتیا پراچرانلایمو، چکاداپلی، حیدراباد سے شائع ہوا۔ مذکورہ آیات کو ۴۰۰ ابواب وفصول میں تقسیم کیا گیا ہے۔[۴]

ترجمہٴ قرآن از قلم ونیکا تا

یہ تیلگو ترجمہٴ قرآن جناب ونیکا تا کے قلم سے ہے جو ایک مراٹھی اسکالر ہیں اور مدراس سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ ترجمہ اب نایاب ہے۔ اس لئے تفصیلی معلومات کی فراہمی ذرا مشکل ہے۔

ترجمۂ قرآن ازقلم س۔ن۔ کرشنان راؤ

یہ ملیالم زبان میں قرآن کا ترجمہ ہے۔ ترجمہ نگار ماہانہ مجلہ ''سدگرو'' کے مدیر تھے۔ ان کا تعلق کوچن سے ہے۔ یہ ترجمہ بھی اپنی دسترس سے باہر ہے[5]۔

ترجمۂ قرآن ازقلم کونیورر گھون نیر

یہ بھی ملیالم زبان میں قرآن کا ترجمہ ہے۔ ترجمہ نگار پوری طرح سے یوسف علی کے انگریزی ترجمۂ قرآن کی پیروی کرتا ہے۔ چونکہ وہ ملیالم اور سنسکرت کا اسکالر ہے اس لئے اس نے شعری انداز میں ترجمہ کیا ہے۔ عربی زبان سے اس کی قلت واقفیت اس کام کی قیمت کے لئے ایک روک (Barrier) ہے۔ اس کے باوصف اس کے ہاں قرآن کی فصاحت و بلاغت جاتی رہتی ہے۔ جابجا مطبعی یا غیر احتیاطی غلطیاں جیسے البکرۃ بجائے البقرۃ نظر آتی ہیں[6]۔

ترجمۂ قرآن ازقلم گریش چندر راسین

قرآن کا یہ ترجمہ جدید بنگالی زبان میں ہے۔ جناب گریش چندر (۱۸۳۴۔۱۹۱۰ء) نے کتاب الٰہی کا بنگالی زبان میں ترجمہ کر کے تین جلدوں میں ۱۸۸۱۔۱۸۸۶ء کے دوران شائع فرمایا۔ ترجمہ میں عربی نصوص کا فقدان ہے۔

گریش چندر راسین برہموسماج کے ایک مبلغ تھے کہ کشب چندر راسین نے یہ فیصلہ کیا کہ اہم مذاہب پر تالیف کا کام کیا جائے۔ اسلام پر مطالعہ کے لئے انھوں نے گریش چندر کا انتخاب کیا۔ بیالیس سال کی عمر میں وہ لکھنؤ گئے۔ وہاں انھوں نے عربی اور فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ بعد کو چل کر ''انھیں مولوی گریش'' کے نام سے جانا گیا[7]۔

چند اسکالرز نے قرآن کے مختلف حصوں یا سورتوں کا بنگالی زبان میں ترجمہ کیا ہے جیسے یٰسٓ، الرحمن، الملک وغیرہ۔ کبھی تو انھوں نے تفسیر بھی کی ہے اور کبھی نہیں۔ ان کے اسماء مندرجہ ذیل ہیں:

رام چندر ناتھ مشرا	ان کا ترجمہ ۱۹۹۷ء میں طبع ہوا۔
دیبناناچرن بترجی	" ۱۸۸۲ " "
گوپ بسواس	" ۱۹۹۱ " "
ڈوجیداس دتا	" ۱۹۲۶ " "
بسنا کمار بترجی	" ۱۹۳۷ " " ۵

اوپر کے مطالعہ سے یہ پوری طرح ظاہر ہے کہ ان مختلف زبانوں کے مترجمین میں سے زیادہ تر عربی زبان سے بخوبی واقف نہیں تھے۔ اس لئے انھوں نے انگریزی یا اردو سے ترجمہ کیا۔ یہ ایک الگ چیلنج ہے کیوں کہ قرآن کا اس کی زبان سے گہرا تعلق ہے۔ بغیر معرفت زبان کے صحیح ترجمانی مشکل ہے۔ مگر اس کے باوجود ان اسکالرز نے پوری کوشش کی ہے کہ صحیح معنی تک رسائی ہو سکے اور مناسب متبادل لفظ پوری احتیاط کے ساتھ تلاش کیا جا سکے۔ اس کی توقع کی جا سکتی ہے کہ آئندہ ہندو قلمکاروں کے خامہ سے مزید اچھا ترجمۂ قرآن نکلے گا۔

یہ ترجمے جہاں مختلف اہل زبان میں باہمی مذہبی تبادلے کو بڑھاوا دے رہے ہیں وہیں ان اسکالرز کے لئے بھی معاون ثابت ہو رہے ہیں جو صرف ایک علاقائی زبان تک محدود ہیں اور قرآن پر کام کرنے کا بھی شوق و جذبہ رکھتے ہیں۔

مستقل تصنیفات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ انتہائی فخر کی بات ہے کہ غیر مسلم ہندوستانی علماء کی ایک اچھی خاصی تعداد نے نہ صرف قرآن کو عزت کی نگاہ سے دیکھا بلکہ انھوں نے قرآنی تعلیمات و افکار کو سمجھنے میں دلچسپی کا ثبوت بھی فراہم کیا۔ ان میں سے بہت سوں نے اپنی تصانیف میں ان افکار و آراء کو جگہ دی جب کہ ایک اچھی تعداد نے قرآن سے متعلق غیر جانبدارانہ اور منصفانہ کام کیا۔

اس مضمون کا اہم مقصد ان کتابوں کا ایک مختصر تعارف ہے جو بلا واسطہ قرآن سے متعلق ہیں اور جن کے لکھنے والے غیر مسلم ہندوستانی علماء و مفکرین ہیں۔ ہم یہاں یہ بھی بتا دینا چاہتے ہیں کہ اس مطالعہ میں صرف انہیں کتابوں کو شامل کیا جائے گا جو ایمانداری کے ساتھ علمی انداز میں لکھی گئی ہیں جن میں قرآن کے واسطہ سے انسانی قدروں کو مضبوط کیا گیا ہے گرچہ ان میں افکار و آراء کا اختلاف بھی پایا جاتا ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان غیر مسلم علماء نے جو کوشش کی ہے وہ ایک دوسرے کے دین کو سمجھنے کی روح کو تقویت پہنچاتی ہے۔ یہ ہندوستان کی سیکولر عادت کا ایک عجیب تعاون ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ان کا یہ کام آج کے دور میں باہمی مفاہمت میں ایک اہم اور فعال رول ادا کر سکتا ہے۔ ہاں یہ بات اپنی جگہ پر ہے کہ ان کاموں کو مناسب اہمیت نہیں دی گئی مگر اس سے ان کی قدر کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ہم ذیل میں سنہ وار کتابوں کا ذرا تفصیلی مطالعہ پیش کریں گے۔

KHUDA-QUR'ĀNIC PHILOSOPHY

آر. بی. ہرش چند

مطبع برج اورسینر، ریٹا پریس، نئی دھلی ۱۹۷۹ء کا صفحات ۷۷

یہ کام، جیسا کہ مصنف کا دعوی ہے، طویل وقتوں کی محنت کا نتیجہ ہے جو خدا کی محبت بھرے فلسفیانہ غور و فکر پر قربان کئے گئے۔ ہرش چندر مختلف قرآنی مفاہیم کا خالص فلسفیانہ سروے پیش کرتے ہیں۔ انھوں نے روح کی پیدائش، فطرت خدا، حکمت، علم، وحدت الہ، صفاتِ خداوندی وغیرہ امور پر بحث کی ہے اور ان تمام موضوعات کو اپنے آزاد فکر کی روشنی میں جانچا ہے۔ انھوں نے اپنی تایید میں قرآنی آیات کی ایک اچھی خاصی تعداد کا حوالہ دیا ہے۔

مصنف کا خیال ہے کہ قرآن کے تعلق سے ہر چیز چاہے ذہنی ہو یا روحانی، خدا کا حصہ ہے یا قرآن کی زبان میں خدا سے متعلق ہے۔ خدا اپنی رحمت سے ارادہ کرتا ہے اور دوسری مخلوقات کو اپنی لامحدود خواہش کے محدود حصہ کے ساتھ پیدا کرتا ہے۔ مصنف نے کسی جامد یا غیر متحرک خدا کا انکار کیا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ خدا ایک فعال ذات ہے۔ حکمت پر کلام کرتے ہوئے وہ فرماتے ہیں کہ ہر طرح کی حکمت کی ابتدا اعلیٰ ذات کی تعلیم ہے اور اس کی انتہاء خود کی معرفت ہے۔ انھوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ انسان کی تخلیق کے مختلف مدارج ایسے ہیں جیسے ارتقائی مراحل کی تھیوری۔

آر. بی. ہرش چندر کا خیال ہے کہ آدمی پیدائش کے وقت نہ ہی کائنات کا کوئی حقیقی علم رکھتا ہے نہ ہی خود اپنا ہاں وہ علم حاصل کرنے کی اہلیت ضرور رکھتا ہے۔ اور یہی وہ آخری چیز ہے جو احساسات کے ذریعہ آتی ہے۔ چنانچہ یہ ایک ایسا علم ہے جس کے ذریعہ ایک آدمی خدا کے قوانین کو جان سکتا ہے اور ان پر عمل کرنے کے لئے تیار ہو سکتا ہے۔ روح سے متعلق

ان کی رائے ہے کہ ارواح کو وجود میں ایک کامل شے یا مستقل وحدت کے طور پر نہیں لا جاتا بلکہ ہر ایک وجود ایک تاریخ اور میراث رکھتا ہے جو اس کی اپنی ہے۔ ہر روح کو خدا کا ہدیہ حاصل ہے، ہدیۂ اختیار و آزادی، چند حدود و قیود کے ساتھ۔ چنانچہ ہوش یا محنت یا ارادہ کے اوقات میں ایک آدمی اپنے برتاؤ کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ یہ روح ہے جو موت کا مزہ چکھتی ہے نہ کہ جسم۔ موت کا مطلب ہے حرکت، شعور، عمل اور خواہش کا رک جانا۔ یہاں ایک اور دلچسپ رائے ہے جسے ہرچندر نے پیش کیا ہے وہ یہ کہ سورج زندگی کا فوری طور پر ذریعہ ہے۔ روح خود سورہی تھی ایک زمانے تک سورج میں یہاں تک کہ زمین اس سے الگ ہوئی اور ضروری حد تک ٹھنڈی ہوئی، پانی کا وجود ہوا اور زندگی کی لہر دوڑ گئی۔

وحدت الہ کے تعلق سے کاتب کا خیال ہے کہ حقیقت ایک ہے جسے قرآن 'ہو' یا ''وہ'' کے نام سے یاد کرتا ہے۔ اس طرح کی تمام آیات ''ہو'' سے شروع ہوتی ہیں۔ جہاں تک اس کی معرفت کا تعلق ہے آدمی ہمیشہ اپنے خیال کے مطابق اس کا تصور کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اس مصیبت میں پھنس گیا جس سے چھٹکارا ممکن نہیں۔ وحدت الہ سے متعلق ہرش چندر کا خیال قرآنی تصورِ توحید سے کافی مختلف ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ خدا کے ارادہ کا مطلب یہ ہے کہ خدا اپنے ارادہ کو پھیلانے کے لئے کافی بڑھاتا ہے مگر جو توحید خود تقسیم ہوتی ہے وہ توحید باقی رہتی ہے۔

آر. بی. ہرش چندر اس بات کو مانتے ہیں کہ آدمی کو اختیار کی آزادی دی گئی ہے۔ آدمی مختلف قسم کے جوار بھاٹا سے گذرتا ہے مگر ہر نشیب و فراز اس کے خدا کی اچھائی پر یقین کے حساب سے چلتا ہے جو اس کی روح کے ذریعہ کام کرتی ہے۔

''رب العالمین'' کی تعریف بیان کرتے ہوئے وہ کہتے ہیں کہ ''عالم'' کا مطلب ہے

وہ جو معلوم و معروف ہو۔ ''عالمین'' جمع ہے۔ یہ صرف ستاروں اور بادلوں کی دنیا کے بارے میں نہیں اشارہ کرتا بلکہ دماغ کی دنیا خود ایک الگ اکائی ہے۔ درحقیقت ہر وہ شے جسے انسان کا دماغ پہچانتا ہے وہ ایک دنیا یا کائنات ہے۔ ''رب'' کا معنیٰ ''بنیادی اصول'' ہے۔ اس طرح پوری کائنات اور اس کا ہر حصہ اپنا ایک اساسی مادہ رکھتا ہے جو اس کے ساتھ اس کی مدت بقا تک رہتا ہے۔

آدمی کو نعمت دی گئی ہے جو ہدیۂ اختیار سے عبارت ہے۔ اس بات کا اختیار کہ انسان کیسے ہر موجود چیز کی آزاد خدمات کا انتظام و انصرام کرتا ہے۔ اس کے ساتھ اس نے انسان کو اپنے بارے میں حساس ہونے کا بھی ہدیہ عطا فرمایا ہے۔ ایا آدمی خدا کو محسوس کرتا ہے یا اس کا انکار کر بیٹھتا ہے۔ آدمی کو اس کا اختیار ہے۔ فرشتوں اور شیطانوں نے اس حقیقت کو نہیں سمجھا۔ شیاطین کھلے طور پر دشمن ہیں جب کہ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے انسان کی خدمت پر مجبور کیا ہے۔ ''اسجدوالہ''۔

اس بات کا دفاع کرتے ہوئے کہ قرآن ایک سخت نظام ہے اور ہر قوم کے لئے مناسب نہیں، وہ فرماتے ہیں کہ قرآن ہر وقت اور ہر قوم کے لئے مناسب ہے۔ ہر امیر د غریب، وضیع وشریف، فرد و قوم کے لئے۔ جو اس کے برخلاف پر جمع ہوئے ہیں وہ قرآن کے فلسفہ سے اچھی طرح واقف نہیں، قرآنی فلسفہ پوری طرح سے منطقی ہے۔ اس کے اصول اخلاق اس محکم اصول پر مبنی ہیں کہ ہر وہ چیز جو رفاہیت انسان کے لئے مضر ہے غیر اخلاقی ہے۔

قرآنی فلسفی اس بات کا دعویٰ نہیں کرتا کہ یہ فلسفہ اس کے عقیدہ سے ہی میل کھاتا ہے بلکہ اس کا اصول موت و حیات؛ اس کا کھانا پینا، اسکا کام کرنا اور کھیلنا، اس کی گھریلو زندگی اور عام حیات، اس کی ذاتی گفتگو اور عام بیانات، اس کا ادھار لینا اور ادھار دینا اور اس کا مدد

لینا اور مدد کرنا سب کے سب حقیقت کا حصہ ہیں۔

مصنف نے کتاب کا خاتمہ چند قرآنی اقتباسات پر کیا ہے جو خدا کی صفات پر دلالت کرتے ہیں تا کہ حقیقت کی بدیہی بصیرت پیدا ہو۔ اس نے قاری کی رائے کا خیر مقدم کیا ہے کیوں کہ یہ بھی خدا کی ایک نعمت ہے۔ ہر ایک کو اس روحانی شراب سے سیراب ضرور ہونا چاہئے۔

جن قرآنی آیات کا حوالہ مصنف نے دیا ہے وہ اپنے نمبر اور سورہ کے تذکرہ سے خالی ہیں۔ یہ قرآن میں صحیح جگہ کی تلاش میں مشکل پیدا کرتی ہے۔ مصنف نے انگریزی ترجمۂ قرآن کے لئے پامر اور سیلز کو لیا ہے۔

مختصراً یہ کہ یہ قرآن کے پیش کردہ صحیح فکر پر ایک آزادانہ رائے ہے قرآن کے صحیح فکر بغیر کسی گہرے اور محتاط مطالعہ کے۔ مصنف ویدیائی افکار سے متاثر نظر آتا ہے اور اس نے اس کے مثل کی قرآن میں تلاش کی کوشش کی ہے۔ مگر چوں کہ وہ قرآن کے بہت سے بہتر اور اچھے افکار سے کافی متاثر ہے اسنے بہتر سمجھا کہ ایسی آیات کو بغیر کسی تنقید کے آخر میں لگا دے جو اس سے قرآن سے کلی طور پر موافقت کی دلیل ہوں۔

THE GITA AND THE QUR'ĀN

پنڈت سندر لال

انسٹیٹیوٹ آف انڈو مڈل ایسٹ کلچر اسٹڈیز، حیدر آباد ۱۹۵۷،

کل صفحات ۱٤٦

یہ کتاب بنیادی طور پر پنڈت سندر لال کی ہندی زبان میں تصنیف ہے۔ اسے سید اسد اللہ نے بعد کو چل کر انگریزی کا جامہ پہنایا۔ اس میں مصنف نے قرآن و گیتا کی بنیادی تعلیمات کا خلاصہ پیش کیا ہے۔ انھوں نے اس کی بھی کوشش کی ہے کہ دونوں کتابیں کس حد

تک اپنی بنیادی تعلیمات میں ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں۔ صحیح معنوں میں یہ ایک گراں قدر کوشش ہے دو مختلف ثقافتی اکائیوں کے درمیان دوستانہ تعلقات کو پروان چڑھانے کی۔ اس سے انسانیت کے درمیان زندگی کے عالمی خیال کو بھی پروان چڑھانے میں مدد ملے گی۔

انگریزی ترجمہ کا مقصد دائرہ قراء کو مزید وسیع کرنا ہے اور یہ کہ تشابہ کو مزید واضح کیا جاسکے۔ کتاب کے سات ابواب میں مصنف نے بڑی کامیابی سے دونوں کتابوں کا تعارف، ان کا مذہبی تصور اور خلاصہ پیش کیا ہے۔

پنڈت سندر لال پُر زور انداز میں یہ ثابت کرتے ہیں کہ تمام مذاہب بنیادی طور پر ایک ہیں۔ وہ یہ اشارہ کرتے ہیں کہ جو چیز معاشرہ کو ایک اور نزاع کو دور کرسکتی ہے وہ دھرما ہے۔ اپنی بات کو مزید محکم بناتے ہوئے انھوں نے گیتا، قرآن اور احادیث نبویہ کا حوالہ پیش فرمایا ہے۔ وہ مذہب کو اپنی اصل شکل میں باقی رکھنا چاہتے ہیں، وہ شکل جو صحیح راہ کی طرف رہنمائی کرسکے۔ ان کا خیال ہے کہ انسان کو صحیح راہ پر رکھنے کے لئے دنیا کے تمام مذاہب نے ایک سپریم خدا پر یقین کو لازم گردانا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ مذہب ہی ایک ایسی طاقت ہے جو انسانوں کے دلوں کو باندھ سکتی ہے کیوں کہ حمد باری تمام اہم مذاہب کی کتابوں میں مذکور ہے۔ انھوں نے قرآن اور رگ ویدا سے متشابہ المعانی الفاظ کا ایک انتخاب پیش کیا ہے۔

پنڈت جی نے ان حالات کا ذکر کیا ہے جن میں یہ کتاب پیش کی گئی۔ انھوں نے قرآن و گیتا میں پیش کئے گئے اصولوں کی وضاحت دونوں کتابوں اور دونوں مذاہب کے معتمد علماء کی تحریروں کی روشنی میں کی ہے۔ انھوں نے دونوں مذاہب میں بنیادی تشابہ کو دکھانے کے لئے صوفیوں، سادھوؤں اور بھکتوں کی تحریروں کو پیش کیا ہے۔ انھوں نے اس کتاب میں ایشور کا مفہوم، خدائی صفات، بعث بعد الموت، انبیاء، خدمت غیر، نہی عن

الشہوات، معرفت نفس، یوگا اور سلوک وغیرہ کو موضوع بحث بنایا ہے۔

مصنف نے عظیم روحانی ہستیوں کی تحریروں کو نقل کر کے بتایا ہے کہ انھوں نے معاشرہ میں خوشی بحال کرنے کے لئے کیا رول ادا کیا۔ یہ مضمون ان سلاسل کا ایک خاکہ دے گا جن کے ذریعہ بری عادات لوگوں کو باندھتی ہیں اور یہ بھی بتائے گا کہ ان کو کیسے ایک ایک کر کے کاٹا جائے۔ جن اہم شخصیات کی تحریروں کو پنڈت جی نے نقل کیا ہے وہ یہ ہیں: کبیر، داؤد، گرو نانک اور گرو گووند۔ انھوں نے ویدوں، بائبل، چینی عالم کونگ فیوٹز اور بدھ کے اقتباسات وتحریروں کو بھی پیش کیا ہے۔

پنڈت سندر لال نے مفصل انداز سے بتایا ہے کہ گیتا ہندو مذہب کی اہم کتاب ہے، جو تقریباً دنیا کا سب سے قدیم مذہب ہے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ موجودہ آسمانی صحائف میں رگوید اسب سے قدیم ہے اور زیادہ اہم بھی۔ اُپنشد کو وید کا خاتم اور خلاصہ بتایا جاتا ہے اسی لئے اسے ویدانت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اُپنشد عام قاری کی سمجھ سے پرے ہے صرف علماء ہی اسے سمجھ سکتے ہیں۔ اپنشد کے بعد ہندوؤں کے نزدیک زیادہ مشہور کتاب سروبھگوت گیتا ہے۔ یہ دنیا کے اہم اور دائم الذکر صحائف میں سے ہے۔

انسان کی تاریخ میں ہمیشہ اختلافات ونزاعات کا ایک سلسلہ رہا ہے۔ مذہب آتا ہی ہے کہ وہ نزاع کو دور کرے اور آدمی کے لئے اخلاق کے اصول قائم کرے۔ جہاں تک گیتا کا تعلق ہے ناقدین کو اس کے دوام پر شبہ ہے ہاں یہ مان لیا گیا ہے کہ جنگ کی پوری تصویر ایک رزمیہ ہے جو آدمی کے ذہن میں نیکی اور بدی کے درمیان دائمی نزاع کی تصویر کشی کرتی ہے۔

''مذہب گیتا'' کے عنوان کے تحت پنڈت سندر لال نے باب در باب بحث کی ہے۔ پہلا باب کورو کے جنگ نہ کرنے پر ارجن کا دفاع ہے۔ دوسرا باب شری کرشن کے جواب پر

مشتمل ہے، جنھوں نے ارجن کے خوف کو یہ کہہ کر دور کرنے کی کوشش کی ہے کہ وہ سیریس انداز سے غور کرنے کے اہل نہیں پھر شری کرشن تفصیل سے حیات کا فلسفہ پیش کرتے ہیں۔ ارجن کے ذہن میں دوبارہ ایک اور سوال آتا ہے۔ وہ خود سے کہتے ہیں کہ کیوں نہ وہ دنیا کو تیاگ دے دیں جب انھیں نجات حاصل کرنے کے لئے نفس کشی کرنی ہی ہے۔ اس سوال کے جواب میں، تیسرے باب میں ایک تشریح مذکور ہے۔ چوتھے باب میں یہ بتایا گیا ہے کہ جب لوگ صحیح یقین کو بھول جاتے ہیں اور غلط عقیدہ کو صحیح مان لیتے ہیں تب گراں قدر ہستیاں وجود پذیر ہوتی ہیں، جو ایک مرتبہ پھر صحیح عقیدہ کی راہ دکھاتی ہیں۔ پانچویں باب میں ارجن نے وہی سوال دہرایا ہے۔ انھوں نے پوچھا ہے کہ ان دونوں راہ میں کون بہتر ہے، سادھو سنت کی راہ جو ہدایت پانے کے لئے اپنی عقل پر بھروسہ کرتے ہیں یا وہ جو دنیاوی فرائض انجام دیتا ہے اور اپنی روح کی فلاح کے لئے مجاہدہ کرتا ہے۔ بالا سوال کے جواب میں گیتا کا بیان ہے کہ دونوں راہ بنیادی طور پر ایک جیسی نہیں اور اس لئے یہ ایک دوسرے میں تطبیق کی کوشش کرتی ہے۔ چھٹے باب میں دوبارہ سنکھیا اور کرما کو ایک دکھلایا گیا ہے۔ وہ لوگ جو پرمیشور کو جاننا چاہتے ہیں ان کے لئے ساتویں باب میں یہ بتایا گیا ہے کہ وہ ہر جگہ اور ہر چیز میں موجود ہے۔ اس کے بادصف پرمیشور اور انصاف آکھ کے درمیان فرق کو بھی واضح کیا گیا ہے۔ اس باب میں ایک خدا، پرمیشور یا اللہ کی عبادت پر زور دیا گیا ہے۔ آٹھواں باب ان دلائل پر مشتمل ہے کہ پرمیشور ہی اس کا اہل ہے کہ اس کی عبادت ہو۔ نویں باب کے شروع میں کہا گیا ہے کہ آخری حقیقت کا راز یہ ہے کہ جو کسی سے بغض نہ رکھے وہی تنہا ہر چیز کو شامل ہے۔ یہ صرف اس طرح کے لوگ ہیں جو اپنی زندگی میں دھرم کو باقی رکھے ہوئے ہیں۔ دسویں اور گیارہویں باب میں پرمیشور کا ایک خیال پیش کرنے کی ایک کوشش کی گئی ہے، جو ایک حقیقت ہے، جس سے قبل ہر چیز غیر حقیقی ہے، جو شخص کے حدود سے پرے ہے، جو ثنویت اور انشقاقیت سے دور ہے، جو انسانی خیال سے بالا ہے، جو تمام کائنات کو شامل ہے۔

جو لامحدود مظاہر کے ذریعہ ہی جانا جا سکتا ہے اور جو ہر جگہ ہے۔ بارہویں باب میں جس کا عنوان ''بھکتی یوغا'' ہے ارجن نے ایک بار پھر یہ سوال اٹھایا ہے کہ کیا وہ مخلص بندہ نہیں ہے جو پرمیشور کی صفات کی پوجا کرتا ہے جو مختلف آلہہ والہات کے ذریعہ ظاہر ہوتی ہیں اس سے جو اس کے مظاہر کی پروانہ کئے بغیر اس کی صحیح حقیقت کو تسلیم کرتا ہے۔ گیتا کا جواب اس باب کا موضوع ہے۔ گیتا کا تیرہواں باب اپنی گفتگو میں فلسفیانہ نہیں ہے۔ ویدانتا سوترا (برہما سوترا) کا نام صرف گیتا میں ایک مرتبہ آتا ہے۔ اس باب میں اس حقیقت کو بتایا گیا ہے۔ چودھویں باب میں تین صفات کی وضاحت کی گئی ہے ''شوا'' (امن)، ''راجاس'' (حرکت) اور ''تماس'' (سستی)۔ پندرہویں باب میں دنیا کا پیپل کے درخت سے موازنہ کیا گیا ہے۔ سولہواں باب انسان کو دو مختلف صفات میں بانٹ دیتا ہے (۱) دیوی سمیت (خدائی) اور (۲) انسوری سمیت (شیطانی)۔ خدائی نصیبا روح کو آزاد کرتا ہے جب کہ شیطانی انداز سے قید۔ سترہویں باب میں ارجن دوبارہ ایک سوال رکھتے ہیں: تمہاری ان لوگوں کے بارے میں کیا رائے ہے جو خدا کے سامنے قربانی اپنے ذاتی ایمان کے سبب پیش کرتے ہیں وہ اس میں کتاب سے اشارات کی اتباع نہیں کرتے؟ شری کرشنا کا جواب اس باب کا موضوع ہے۔ اس جزء کے اٹھارہویں اور آخری باب میں رسوم کے مشاہدہ کا ظاہری پہلو دکھایا گیا ہے۔

اس جزء کا آخری حصہ گیتا کے مغز کی ایک مختصر توضیح پیش کرتا ہے۔

کتاب کے دوسرے جزء میں پنڈت سندر لال نے قرآن کا مطالعہ اس طرح پیش کیا ہے جس طرح گیتا کا۔ اس کی ابتداء قرآن کے مختصر تعارف سے ہوتی ہے۔

پنڈت سندر لال کا کہنا ہے کہ قرآن کا لغوی معنی ہے ''اعلان کیا گیا'' یا ''پڑھا گیا''۔ واقعہ یہ ہے کہ قرآن اپنے سے پہلے نازل شدہ صحائف کو ''قرآن'' کا نام دیتا ہے۔ نبیؐ کے

اقوال و آراء کو "حدیث" کہا جاتا ہے۔ قرآن کا اسلوب جیسا کہ عرب اور غیر عرب علماء مانتے ہیں، انتہائی اعلی، پرلحن اور شیریں ہے۔ مگر تلاوت کا انداز ویداز کی طرح مختلف ہے۔

مصنف نے نزول کے حالات کا ایک سرسری مطالعہ بھی پیش کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ بہت سی برائیاں بالخصوص سود عرب سرزمین میں عام تھیں۔ قرآن نے ان کے درمیان سے اس طرح کے مضر اور انسانی حیات کے لئے زہر بھرے عادات مثلاً شراب نوشی، جوابازی، رشوت، اور بچیوں کا زندہ دفن کرنا وغیرہ کو ختم کیا۔

"قرآن اور اس کی تعلیم" کے عنوان کے تحت مصنف نے قرآن کی ابتدائی آیات سے شروعات کی ہے اور اسلام کے بنیادی اصول بتائے ہیں۔ انھوں نے قرآنی آیات کو مختلف عناوین کے تحت ذکر فرمایا ہے جیسے حمد باری تعالی، تمام لوگ ایک معاشرہ، توحید الٰہی کا پیغام ہر ایک کو دیا گیا، لااکراہ فی الدین، خدا ہر ایک کو شامل ہے، محمدؐ اور معجزات، صدقات لینے کی اجازت، اشاعت عقیدہ، خیرات، شر کا بدلہ خیر سے، مسائل نسواں، جہاد، آخرت اور دیگر قرآنی آیات۔ کتاب کا خاتمہ اسلام کی بنیادی تعلیمات کے مختصر تعارف پر ہوتا ہے۔

پنڈت سندر لال کا یہ کام نہ صرف گیتا و قرآن کے موازنہ کے سبب اہمیت کا حامل ہے بلکہ اس نے ہندوؤں کے درمیان قرآنی تعلیمات کی غلط فہمی کو دور کر دیا جیسے اکراہ فی الدین اور قتل ہندو کی اجازت عام۔ اس نے جہاد کا صحیح معنی پیش کیا ہے۔

صحیح معنوں میں قاری مصنف کے دہرے کام، گیتا و قرآن کا بیک وقت مطالعہ، سے کافی متاثر ہے۔ مصنف موجودہ قومی فضا کے لئے اہم موضوعات پر پوری طرح آزاد نظر آتا ہے۔ ترجمہ نے نص کی وضاحت کو کم نہیں کیا ہے۔

CONGRUENCIES OF FUNDAMENTALS IN THE QUR'ĀN AND THE GHAGWAT GITA

موکندن

سمکلین پراکاشن، نیو دهلی ۱۹۹۰، کل صفحات ٤٢

یہ کتاب، جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے، اس لئے تیار کی گئی ہے کہ قرآن اور گیتا کی بنیادی تعلیمات کے درمیان تشابہ کو واضح کیا جائے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ دونوں مذہبی کتابیں مذہب کو اس بنیاد پر استوار کرتی ہیں کہ نیک اور صالح کی حفاظت ہو، فاسدین کو برباد کیا جائے اور معاشرہ میں امن وسکون بحال ہو۔ ان کتابوں میں مذہب کے بنیادی اصول ایک دوسرے سے کافی ملتے جلتے ہیں۔

مصنف نے تشابہ کے خاص پہلوؤں کی مفصل توضیح پیش کی ہے۔ وہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ دونوں کتابوں کے درمیان تشابہ کا دائرہ کافی وسیع ہے گوکہ زیادہ قرآنی آیات ایسے ملتے جلتے حالات میں آئی ہیں جن میں گیتا کی اشاعت ہوئی ہے۔ توحید الٰہ، مفہوم روح، طریق نجات، تخلیق، موت، آخرت، یوم حساب وغیرہ چند ایسے اہم موضوعات جو کسی نہ کسی پہلو سے مشابہت رکھتے ہیں۔ مثال کے طور پر سپریم قابل عبادت معبود پر زور دیتے ہوئے لارڈ کرشن گیتا میں اعلان کرتا ہے ''وہ تمام مذاہب کو دور کر کے صرف ایک خدا کی پناہ چاہتا ہے''۔ قرآن بھی اسی طرح کی بات کرتا ہے ''إلهكم إله واحد لا اله إلا هو'' اس طرح مصنف نے تشابہ کے پہلوؤں کا بھرپور جائزہ لیا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ اس طرح کے بدلتے ہوئے حالات میں جب مذہب سے امن وسکون کے قیام کی امید کی جاتی ہے تو اس طرح کے کام کی سخت ضرورت پڑتی ہے۔ مصنف نے واقعی ایک اہم اور قابل تعریف کام کیا ہے۔ اور وہ عصر حاضر کے مسائل سے اچھی طرح واقف نظر آتا ہے، جنھوں نے اسے ایسا کام کرنے پر مجبور کیا۔

THE ESSENCE OF QUR'ĀN

ونوبا بھاوے

اکھل بھارت سیوا سنگھ ۱۹۶۲، کل صفحات ۲۰۵

اچاریہ ونوبا بھاوے نے پچیس سال تک قرآن کا مطالعہ کیا اور پھر ایک کتاب The Essence of Qur'an لکھنے کا فیصلہ کیا۔ یہ انسانیت کی روحانی معرفت کے میدان میں ایک اہم اضافہ ہے۔ آیات کا انتخاب انھوں نے اصل عربی نص سے کیا ہے۔ انگریزی ترجمہ مارملاڈیوک پکتھال سے ماخوذ ہے۔ ونوبا بھاوے نے ان آیات کو مناسب عناوین میں تقسیم کر کے قرآن کے پیغام کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ اصلاً انھوں نے یہ عنوان اپنی مادری زبان مراٹھی میں دیا ہے جسے کسی دوسرے شخص نے بعد کو چل کر انگریزی کا جامہ پہنایا ہے۔ اس تصنیف کا مقصد، جیسا کہ ونوبا جی نے مقدمہ میں تحریر فرمایا ہے، لوگوں کے دلوں کو جوڑنا ہے۔

کتاب کے کل نو حصے ہیں۔ ہر حصہ مختلف موضوعات پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ قرآن کی ابتدائی آیات سے شروع ہوتا ہے پھر قرآن کا ایک تعارف خود قرآنی آیات کی روشنی میں دیا گیا ہے۔ دوسرا حصہ خدا سے متعلق ہے۔ یہ قرآنی تصور توحید و شرک پر دلالت کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ خدا کی فطرت کا بھی تذکرہ ہے؛ وہ روشنی ہے، اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے اور وہ رحمت والا ہے۔ خدا کی انعامات، تخلیق کائنات، حسنِ تخلیقِ الٰہی اور آیاتِ الٰہی وغیرہ کا بیان بھی آیا ہے۔ خدا کی ایک اور صفت قدرتِ کل کا بھی ذکر ہے یعنی وہ طاقتور، سپریم ارادہ کا حامل اور عظیم ہے۔ ونوبا جی نے ذکرِ الٰہی، وحی اور عبادت سے متعلق آیات کو بھی جمع کیا ہے۔

کتاب کا تیسرا حصہ قربانی پر مشتمل ہے اس حصہ میں جو موضوعات آتے ہیں وہ گریہ

وزاری، تمام مخلوق کے واسطہ خدا کی عبادت، ایمان راسخ، قربانی، اخلاص، امتحان، صبر وغیرہ۔ دوسری چیز جسے انھوں نے بیان کرنا بہتر سمجھا ہے وہ صحبت اولیاء، ظاہری وجود کا زوال وخاتمہ اور اطمینان وسکون ہے۔

چوتھا حصہ مختلف عناوین کے تحت قرآن کی روشنی میں عابد و کافر کی پہچان وخصوصیات کو پیش کرتا ہے۔ پانچواں حصہ مذہبی عقیدہ کے لئے خاص ہے۔ چنانچہ مذہبی اصول ومبادی، مذہبی رواداری اور مذہبی رسوم ورواج سے متعلق آیات کو اس میں جگہ ملی ہے۔ چھٹا حصہ اخلاقی اصول پر دلالت کرتا ہے۔ یہ حق اور باطل کے درمیان تمیز، حق اور نرم گفتگو، عدم افتراء، انصاف، عقیدہ عدم العنف، احساس وحدت اور عدم تعاون مع الاشرار کے اصول ومبادی کو شامل ہے۔ کھانے پینے پر کنٹرول، عفت، ایماندارى طریق زندگی، خیرات، اخلاقی تعلیمات، اخلاقی مشورہ اور اچھا برتاؤ وغیرہ ونوبا بھاوے کی دلچسپی کے موضوع ہیں۔ چنانچہ ان سے متعلق آیات کو تفصیل سے پیش کیا گیا ہے۔ اس کے باوصف انسان اور اس کی طبیعت کو ونوبا بھاوے نے اتنی اہمیت دی ہے کہ ساتواں حصہ اسی پر مشتمل ہے۔

آٹھواں حصہ انبیاء سے متعلق بیان کو شامل ہے۔ انبیاء کی عام صفات بالخصوص حضرات نوح، ابراہیم، موسی اور عیسی علیہم السلام کا تذکرہ ہے ہاں محمدؐ سے متعلق ایک خاص تفصیلی بیان شامل ہے۔

نواں اور آخری حصہ بھیدوں پر دلالت کرتا ہے۔ اس میں مختلف موضوعات شامل ہیں جیسے فلسفۂ عالم، شخصی اور داخلی حرمت روح، اصول سببیت، اصول سبب واثر، عدم انقطاع عمل بعد از موت وغیرہ۔

ونوبا بھاوے مذکورۃ قرآنی آیات کی کوئی توضیح نہیں پیش فرماتے۔ واقعہ یہ ہے

کہ انھوں نے مفید اور موثر قرآنی افکار کو پیش کیا ہے جن کا جاننا ہر ایک کے لئے ضروری ہے۔ انھوں نے قرآن کے پیغام و تعلیمات کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ امن و محبت بحال ہو جو سلامت وطن کے اہم مقتضیات میں سے ہے۔

SELECTIONS FROM THE QUR'ĀN

او. پی. گھائے

انسٹیٹیوٹ آف پرسنل ڈیولپمنٹ، اسٹرلنگ پبلیکیشن، نیو دھلی—۱۹۹۲

اس کتاب کی ابتدا پروفیسر رشید الدین خان کے مقدمہ سے ہوتی ہے۔ پروفیسر خان مذہبی اور فلسفیاتی افکار کی اہمیت کو واضح کرتے ہیں۔ انہوں نے اس مطالعہ کی ضروریات کو ان لفظوں میں بیان کیا ہے "معاصرانہ معاشرہ میں مذہبی روشنی پھیلانے کے لئے نہ صرف معاصرانہ علم کا مطالعہ کافی ہے بلکہ مذہب، فلسفہ، سائنس اور ادب کی بنیادی چیزوں کا ایک مطالعہ انتہائی ضروری ہے۔"

انھوں نے عالمی معاشرہ کے بدلتے حالات کے خلا کو پر کرنے کے لئے مذہبی اصول اور علمی ترجمانی کی ضروریات پر زور دیا ہے۔ پروفیسر خان نے مختلف مذہبی اور تہذیبی رسوم کے باہمی اعتراف و مفاہمت پر زور دیا ہے بالخصوص ہندوستان کے لئے جو صوفی اور بھکتی تحریک کی شکل میں انسانیت پر مبنی مرکب تہذیب کی ایک طویل تاریخ کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے وہ آگے لکھتے ہیں کہ ہندوستان میں مذہب کو اتحاد یا بگاڑ دونوں کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے اور زیادہ تر یہ سیاسی دوافع کے لئے استعمال ہو رہا ہے موقع کو غنیمت دیکھتے ہوئے۔

پروفیسر خان نے کتاب کے مصنف کی کافی تعریف کی ہے جنھوں نے نامناسب حالات میں بھی دنیا کی بہت سی مذہبی کتابوں پر تصنیف کا بیڑا اٹھایا۔ انھوں نے بالخصوص منتخب قرآنی آیات کے آسان انگریزی ترجمہ کی کافی تعریف کی ہے جو عام قاری کے لئے کافی مفید ہے۔

پروفیسر رشید الدین خان نے ابتدائی مسلمانوں کی سائنسی و ہیومنٹیز میں خدمات کا بھی ایک مختصر تعارف کرایا ہے۔ اس کے بعد انھوں نے انسانی آزادی کے تعلق سے اسلام کی خدمات کا جائزہ لیا ہے۔ وہ کہتے ہیں "یہ عام طور پر جانا جاتا ہے کہ دو چیزوں پر مسلسل قرآن میں زور دیا گیا ہے؛ عدل اور علم اور یہ جان کر تعجب ہوگا کہ ڈھائی سو آیات انصاف پر مشتمل ہیں جب کہ سات سو پچاس آیات جو تقریباً پورے قرآن کا آٹھواں حصہ ہیں صرف علم پر زور دیتی ہیں۔ علم کی اہمیت پر تقریباً چھ احادیث کو بھی نقل کیا گیا ہے۔

مقدمہ اس امید پر ختم ہوتا ہے کہ او. پی. گھائے کا یہ کام لوگوں میں قرآن سے متعلق بہتر سمجھ اور اتحاد کے احساس کو بڑھائے گا۔ مقدمہ کے معاً بعد پروفیسر ایس. اے. علی، ڈائرکٹر، انسٹیٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز جامعہ ہمدرد، دہلی کا ایک نوٹ آتا ہے۔ انھوں نے مصنف کے کام کی کافی تعریف کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں "بالعموم انتخاب میں زیادہ تر ذاتیت کا دخل ہوتا ہے مگر جناب گھائے نے اتنے بہتر انداز سے یہ کام انجام دیا ہے کہ جانبداری اور غیر جانبداری کے درمیان کی حد فاصل پوری طرح سے نہاں ہے"۔ انھوں نے اس کام کو اس میدان کا سب سے بہتر اور مناسب کام گردانا ہے۔

اس کے بعد مرتب، مصنف اور مترجم کتاب جناب او. پی. گھائے کا ایک مقدمہ آتا ہے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں کہ ۱۹۳۰ کی بات ہے جب میں طالب علم تھا۔ تب سے میں مذہبی تحریروں میں دلچسپی لیتا تھا۔ ۱۹۴۰ میں ان کے ایک دوست نے مولانا محمد علی کی کتاب

Selection from The Holy Qur'an دی۔ اس نے ان کے اندر پورے قرآن کے مطالعہ کا شوق پیدا کیا۔ اس دوران انھوں نے مختلف مذاہب کی بہت سی کتابیں پڑھیں اور پھر مذہب پر لکھنا شروع کیا۔ ان کی پہلی کتاب Unity in Diversity، جیسا کہ ان کہنا ہے، دنیا کے مختلف بڑے مذاہب کے اخلاقی اصولوں کی ایک کنجی ہے۔ یہ تیرہ ہندوستانی اور غیر ہندوستانی زبانوں میں چھپ چکی ہے اور بارہ مزید زبانوں میں چھپ رہی ہے جن میں سے ایک بریلی ہے۔ اس کوشش سے حوصلہ پا کر انھوں نے مذہبی کتابوں کی تسہیل الٰہی کے پروجکٹ پر کام کرنا شروع کیا جس کے نتیجہ میں بھگوت گیتا، دی جاپجی اور سیلیکشنز فرام دی قرآن سامنے آئیں۔

اصلی کتاب ایک تعارف سے شروع ہوتی ہے جس میں محمدؐ کی مختصر سیرت اور سلسلۂ وحی کا تذکرہ ہے۔

مصنف نے ایک جدول تیار کیا ہے جس سے سورتوں کی ترتیب نزول کی طرف اشارہ ہوتا ہے ہاں دیگر علماء کے اختلاف آراء کو بھی ملحوظ رکھا گیا ہے۔

اس کے بعد مصنف اسلام اور اس کے مبادی کو دو صفحات میں پیش کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے ''قرآن کے نزول اور سیرت محمدی نے کروڑوں لوگوں کی زندگیوں پر اثر ڈالا ہے اور یہ ایسا کرتے رہیں گے'' انھوں نے اسلام کے پانچ مبادی کا تذکرہ کیا ہے جنھیں انھوں نے اسلام کے پلرز کی حیثیت دی ہے اور جن کی اتباع ہر مسلمان پر لازم وضروری ہے۔ یہ مبادی مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ ایمان باللہ، اس کی خواہش کے مطابق کامل تسلیم اور ایمان بالرسالۃ المحمدیہ

۲۔ پنج وقتہ باوضو نماز، پہلی سورہ قرآن اور ہر نماز کا خلاصہ ہے۔

۳۔ خیرات مال کے ایک خاص حصہ کی۔ اسی طرح والدین، یتیم، پڑوسی اور اجنبیوں کے ساتھ حسن سلوک۔

۴۔ رمضان کا روزہ رکھنا صبح سے شام تک، ایسا مانا جاتا ہے کہ پہلی وحی رمضان ہی میں آئی تھی۔

۵۔ حج ادا کرنا، یعنی زندگی میں اگر ہو سکے تو مکہ کی ایک مرتبہ زیارت۔

وہ مزید لکھتے ہیں ''شراب یا دیگر مسکر اشیاء کا استعمال یا بتوں کی پوجا حرام ہے'' وہ اپنا مقدمہ اس بات پر ختم کرتے ہیں کہ قرآن دیگر مذاہب کی طرح ارواح کے نامعلوم عالم کا اعتراف کرتا ہے، اللہ کے وجود اور عظمت کو مانتا ہے اور اس کے ارادہ کے مطابق ہر وقت تیار رہنے کی وکالت بھی کرتا ہے''۔

تعارف کے فوراً بعد مصنف پورے قرآن سے آیات کا ایک حسین انتخاب پیش کرتا ہے۔

سورۃ الفاتحہ کو مکمل اور دیگر سورتوں سے اہم آیات کو لیا گیا ہے۔ یہ آیات روزانہ کی زندگی کے کام اور عام فلسفۂ دین مثلاً اللہ کا وجود، اس کی وحدت، اس کی صفات، عدل، امن، محبت، انصاف، اور اخوت وغیرہ سے متعلق ہیں۔

کتاب کے آخر میں جدید ہندوستان کے اسلامی اسکالر اصغر علی کے قلم سے ''Afterward'' نام کا ایک خلاصہ ہے جس میں انھوں نے ہندوستان میں ابھرتی ہوئی مذہبی گروہ بندی اور اسلام کو دشمنی، ظلم اور عصبیت کا مذہب گردانتے کی چال پر افسوس ظاہر کیا ہے۔ وہ الزامات کو رد کرتے ہیں یہ کہتے ہوئے کہ اسلام دوسرے مذاہب کی طرح محبت، انصاف اور امن کو بڑھاوا دینے میں مدد کرتا ہے ہاں قرآن میں چند ایسی آیات ہیں جو کفار مکہ اور ان یہودیوں اور عیسائیوں سے بدلہ پر دلالت کرتی ہیں جنھوں نے ان کی مدد کی۔ ان آیات کو تاریخی پس منظر میں دیکھنا چاہئے۔

وہ اد. پی. گھائے کی کوشش کو سراہتے ہوئے لکھتے ہیں'' آج کے مذہبی اور گروہ بندی کی

لڑائی کے ایام میں جناب گھائے کی کوشش کافی قیمتی ہے۔ یہ تصنیف قرآن کو مناسب انداز میں دیکھنے میں مدد دے گی۔ یہ یقینی طور پر باہمی مذہبی امن ومحادثہ کو بڑھاوا دے گی۔

واقعہ یہ کہ گھائے کی یہ نیک کوشش قرآن کو مختصر انداز سے پیش کرتی ہے۔ یہ وقت کی ضرورت تھی جسے انھوں نے ادا کیا۔ یہ ایک مشکل کام ہے کہ مکمل اور مجموعۂ حسنات میں سے بہتر چیز کی تلاش کی جائے مگر انھوں نے ایسا صرف اس لئے کیا کہ آج کی مشغول زندگی میں کسی کو پورے قرآن کے پڑھنے کا موقع نہیں مل پاتا ہے۔ یہ کتاب ان چیزوں کو پیش کرتی ہے جن کا جاننا ہر ایک کے لئے ضروری ہے۔ اس طرح بلاشبہ اس کتاب کی وہی قیمت ہے جو خود قرآن کی ہے۔ مختصراً ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ کتاب آج کے دور کا قرآن ہے۔

CHRIST IN THE QUR'ĀN AND BIBLE

باندی سری نواس راؤ

باندی برادرس، گوداوری، ۱۹۷۵

یہ مطالہ قرآن کے ذریعہ عیسائیت کی صداقت کو ثابت کرنے کے لئے کیا گیا ہے۔ خود مصنف کا کہنا ہے کہ اس مختصر سے مطالعہ سے میرا خیال صرف اتنا ہے کہ ان لوگوں کو بتاؤں جو قرآن اور بائبل کے درمیان گہرے تعلق سے ناواقف ہیں اور یہ سبب بھی واضح کردوں کہ بائبل جیسی آسمانی کتاب کی موجودگی میں محمدؐ پر قرآن کا نزول کیوں ہوا"

مصنف نے قرآنی تصور توحید بیان کرنے کے بعد بائبل اور دیگر صحف کی روشنی میں عقیدۂ تثلیث کی وضاحت پیش کی ہے۔ انھوں نے بائبل کے خیال کو اس حد تک صحیح بتایا ہے کہ اسے قرآنی تائید حاصل ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ قرآن تورات کو موسیٰ پر نازل صحیفہ گردانتا ہے تو پھر کیا ہم تورات پر یقین لائیں یا نہیں؟ ہمیں اسی طرح انجیل کو بھی دیکھنا چاہئے جو

حضرت مسیح پر نازل ہوئی جن کو "کلمۃ اللہ" کے لقب سے نوازا گیا۔ قرآن تاکید کے ساتھ یہ کہتا ہے کہ جو لوگ حضرت عیسیٰ کی بات کو عزت نہیں دیں گے وہ قیامت کے دن خدا کے حضور حساب کے لئے حاضر ہوں گے۔

باندی سری نواس راؤ کا اعتراف ہے کہ اسلام کے بہت سے تصورات عیسائی فکر و عقیدہ سے ملتے ہیں اور قرآن بھی ایک منزل من اللہ کتاب ہے۔ انھوں نے قرآن کی بے شمار آیات سے یہ ثابت کیا ہے کہ بائبل نافذ العمل ہے چاہے وہ خدا کے اپنے کلمات ہوں یا کسی اور کی زبانی۔ اسی طرح انھوں نے قرآنی آیات کو تورات موسیٰ، زبور داؤد اور صحائف انبیاء کی نافذ العملی کے ثبوت میں پیش کیا ہے۔ مصنف نے یہ سوال اٹھایا ہے کہ قدیم آسمانی کتاب کے ہوتے ہوئے محمدؐ پر قرآن کیوں نازل کیا گیا؟ اس سوال کے جواب میں انھوں نے بے شمار قرآنی آیات کا حوالہ دیا ہے۔ انھوں نے اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ قرآن کا نزول صرف اس لئے ہوا ہے کہ وہ قدیم آسمانی کتب کو صحیح اور نافذ العمل ثابت کرے۔

مصنف نے یہ بھی لکھا ہے کہ خدا نے انسان کو تمیز کی صلاحیت و قدرت اس لئے دی ہے کہ وہ صحیح اور غلط کی تمیز کر سکے اور غلط کاموں کا خود ذمہ دار بنے۔ خدا ہر چیز سے واقف ہے یہاں تک کہ ایک حد تک ملائکہ بھی انسان کے ساتھ پیش آنے والی بہت سی باتوں سے آگاہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ تخلیق سے قبل انھوں نے انسان کی گمراہی و ضلالت کی پیشین گوئی کی تھی۔ چنانچہ خدا انسان کے گناہ کا ذمہ دار نہیں۔

کتاب کا ایک معتدبہ حصہ حضرت عیسیٰ کے تعارف پر مشتمل ہے اور یہ کہ وہ دوبارہ مبعوث ہوں گے۔ مصنف نے کتاب کا خاتمہ قرآنی سورتوں کی ایک فہرست پر کیا ہے۔

اگرچہ کتاب کا مقصد یہ تھا کہ عیسائیت کو قرآن کی روشنی میں صحیح مذہب ثابت کیا جائے مگر بحث نے آگے بڑھ کر بہت سے قرآنی افکار کا احاطہ کر لیا۔ قرآن سے متعلق مصنف کا علم قابل تعریف ہے۔

قرآن شریف کی عظمت

سی۔ای۔مودی راج

ابوالکلام آزاد اورینٹل ریسرچ انسٹیٹیوٹ، حیدر آباد، کل صفحات ٦٠

یہ کتاب قرآنی آیات کا ایک مجموعہ ہے جو مصنف کی دلچسپی کے موضوعات سے متعلق ہیں۔ کتاب اردو زبان میں تصنیف ہوئی ہے۔ کتاب کے مصنف سی۔ای۔مودی راج جنوبی ہند کے ایک ریٹائرڈ انجینئر ہیں۔

کتاب کے مقدمہ میں جناب مودی راج نے قرآن سے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ لوگوں کی اکثریت اس کی عظمت سے ناواقف ہے۔ کیوں کہ نہ ہی انھوں نے قرآن کو بصیرت کے ساتھ پڑھا ہے اور نہ ہی طہارت قلب سے اس کو سمجھنے کی کوشش کی جب کہ زندگی کا ہر شعبہ اور دنیا کا ہر گوشہ اس کی روشنی سے منور ہے۔ قرآن مختلف مقامات پر عقل کے استعمال پر زور دیتا ہے، وہ لوگوں کو آزادانہ طور پر فیصلہ کرنے کا حکم دیتا ہے اور غور وفکر کے احساس کو بڑھاتا ہے نتیجتاً قلب و روح دونوں اس سے منور ہوتے ہیں" وہ مزید فرماتے ہیں "قرآنی تعلیمات عالمی ہیں اور کسی خاص گروہ سے متعلق نہیں"۔

کتاب کی شروعات خدا سے متعلق آیات سے "حمد" کے عنوان کے تحت ہوتی ہے۔ اس کے بعد توحید الہ، صفات باری تعالی، قوت ربانیہ اور دیگر امور قرآن کی روشنی میں مذکور ہیں۔

دوسرا حصہ "قانون، قرآن کی روشنی میں" کے عنوان پر مشتمل ہے۔ اس میں تین ذیلی عناوین ہیں (١) قوانین جنود (٢) احکام عامہ اور (٣) رفاہی قوانین۔ ہر عنوان کے تحت

اس سے متعلق قرآنی آیات مذکور ہیں جو اس کی بنیادی چیزوں پر روشنی ڈالتی ہیں۔

کتاب، جیسا کہ اس کے عنوان سے واضح ہے، قرآن کی عظمت کو واضح کرنے کے لئے تیار کی گئی ہے مگر مؤلف نے خود کو چار موضوعات تک محدود کر لیا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ یہ ان چاروں موضوعات: حمد باری تعالیٰ، قوانین جنود، احکام عامہ، رفاہی قوانین، کو قرآن کی عظمت کے سمجھنے کے لئے کافی سمجھتا ہے۔ اس کے ساتھ انھوں نے قرآنی آیات کو وضاحت کے لئے کافی سمجھ رکھا ہے انھوں نے اپنی طرف سے کوئی رائے یا تنقید یا وضاحت پیش نہیں کی ہے مگر اس کے باوجود اس کی اہمیت اس وقت اور بڑھ جاتی ہے جب وہ زندگی کے دیگر پہلوؤں کے ساتھ ساتھ جنگ کے قوانین کو پیش کرتی ہے۔ اس طرح کی کتابوں کی اہمیت روزمرہ کی زندگی میں کافی زیادہ ہے کیوں کہ یہ فوراً حل پیش کرتی ہیں اور آدمی کو تقویٰ کی صحیح راہ پر اخلاص کے ساتھ چلنے میں مدد دیتی ہیں۔

قرآن میں ہندی
چندر بلی پانڈے

سرسوتی مندر، بنارس، ۱۹۴۵، کل صفحات ۵۹

یہ کتاب ہندی زبان میں ہے۔ مصنف بالتاکید کہتا ہے کہ اس نے اس کتاب کے ذریعہ محمدؐ اور ہندوستانی برادری کے درمیان تعلقات کو ظاہر کیا ہے۔ اس کی رائے ہے کہ قرآن میں ہماری مذہبی کتابوں سے موافقت کے مختلف پہلو ضرور ہوں گے۔ مصنف کے مطابق یہی اس کتاب کی تیاری کا سب سے اہم سبب تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ ہندو مسلم کو قریب تر کرنے کی یہ ایک مبارک کوشش ہے۔

مصنف نے تین ایسے ہندی الفاظ کے بارے میں سید سلیمان ندوی کی رائے نقل کی

ہے جو قرآن میں مذکور ہیں۔ وہ مشک، کافور اور زنجبیل ہیں۔ انھوں نے مزید لکھا ہے کہ قرآن میں بہت سے ایسے الفاظ ہیں جن کی اصل سنسکرت ہے اور وہ سنسکرت کی کتابوں مثلاً شروتی یا اپنشد میں مذکور ہیں۔ جیسے ''توبہ'' چندوگی اپنشد کے لفظ ''اشوتھاسو ماسوناھو'' سے ملتا جلتا ہے۔ اسی طرح ''نمارق'' سنسکرت کے لفظ ''نمرا'' کی تعریب ہے اور ''استبرق'' ''استھاور'' کا ہم شکل ہے۔ اس طرح انھوں نے الفاظ کی ایک طویل فہرست پیش کی ہے جن کی اصل ان کی نگاہ میں ہندی ہے اور وہ قرآن میں شامل ہیں۔

مصنف نے ''دھرودیا'' کو کافی تفصیل سے بیان کیا ہے اور لکھا ہے کہ سورہ دہر اس سے ملتی جلتی ہے۔ اس کا یہ اعتراف ہے کہ سورہ دہر میں دہر کا جو معنی ہے وہ اپنشد کے مذکورہ معنی سے مشابہ تو نہیں مگر اس کا کہنا ہے کہ دونوں کتابیں اس لفظ کے تحت ایک جیسا بیان پیش کرتی ہیں اس لئے ایسا کہا جاسکتا ہے کہ قرآن کا لفظ ''دہر'' اپنشد کے ''دہر'' سے مشابہ ہے۔ اپنی تائید میں، مصنف نے مناسب مقامات پر دونوں زبانوں کے علماء کے اقوال نقل کئے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مصنف یہ چاہتے ہیں کہ وہ یہ ثابت کر دکھائیں کہ قرآن کے بیانات اپنشد کے بیانات و توضیحات پر مبنی ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ جن کے درمیان محمدؐ کو دین کی اشاعت کرنی تھی وہ ہندوستانی جماعت سے اس طرح مختلف تھے جس طرح ان دونوں اقوام کے حالات جس کے سبب دونوں کے موضوعات و مشتملات میں اختلاف پایا جاتا ہے ورنہ قرآن عربوں کے لئے ایسے ہی مواد فراہم کرتا ہے جس طرح اپنشد نے ہندوستانیوں کے سامنے پیش کیا۔

اسی طرح ''عرش'' اور شروتی کا لفظ ''اسندی'' زیر بحث آتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ''اسندی'' جیسا کہ اتھروید میں مذکور ہے برہما کا عرش ہے اور یہ قرآنی لفظ ''عرش''

کا مشابہ ہے کیوں کہ دونوں کتابوں میں یہ اشارہ ہے کہ یہ آٹھ لوگوں کے ذریعہ اٹھایا گیا ہے۔ اپنی تائید میں انھوں نے، آتیرا برہمن کے مطابق، اندر کی شاہی محل میں آمد کی وضاحت کی ہے۔ انھوں نے اس سے متعلق سورۃ الحاقہ کی سترہویں آیت کا بھی حوالہ پیش کیا ہے۔

جناب پانڈے قرآنی لفظ ''کرسی'' کی وضاحت میں ناکام ثابت ہوتے ہیں مگر انھوں نے منطقی طور پر ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ہندی کتابوں کا لفظ ''پرنیک'' اس قرآنی لفظ کا مشابہ ہوسکتا ہے۔ اس بیان کی تائید میں انھوں نے ہندی کتابوں کے بہت سے اقتباسات نقل کیا ہے۔

آخرش اس کتاب میں یہ دعوی کیا گیا ہے کہ قرآنی مشتملات اپنشد سے ماخوذ ہیں۔ اپنی تائید میں انھوں نے داراشکوہ کے حوالہ سے سورۃ الواقعہ کی ۸ اویں آیت میں مذکورہ لفظ ''مکنون'' پر بحث کی ہے۔ انھوں نے مسلمان علماء کی تشریح و تاویل کا انکار کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ کتاب مکنون سے مراد لوح محفوظ ہے۔

آخر میں مصنف نے یہ بھی کہا ہے کہ اپنشد کی توضیحات اور بعض ہندوستانی قبائل کے اسماء بھی محمدؐ کے اقوال میں جگہ پا گئے ہیں۔ انھوں نے اس موضوع کی ٹکنیک کو واضح کرنے کے لئے ہندو اور مسلم اسکالرز کے دلائل بھی دئے ہیں۔

کتاب کی زبان زیادہ موثر نہیں ہے اور روانی کا فقدان ہے۔ کتاب کے عنوان سے پتہ چلتا ہے کہ مصنف قرآن میں مستعمل ہندی الفاظ سے بحث کرے گا اور اس نے ابتدا بھی اسی انداز سے کی ہے مگر بعد کو چل کر اس نے قرآنی بیان کی اپنشد کے بیان سے مشابہت دکھائی اور نتیجتاً اس نے اپنشد کو قرآن کا مرجع و ماخذ قرار دیا ہے۔ اگرچہ ان کا بیان اتنا قوی

اور مدلل نہیں کہ لوگ اسے مان ہیں مگر انھوں نے بعض الفاظ و افکار کے تعلق سے ہندو مت اور اسلام میں تشابہ کو دکھانے میں کامیابی حاصل کر لی ہی ہے۔

ETHICS OF THE QUR'ĀN
مکنلال اے. بوچ

خود مصنف نے اپنے خرچ پر بروڈا سے ۱۹۷۷ء میں شائع کیا ھے۔ اس کے کل صفحات ۱۲۹ ھیں۔

مصنف کو مختلف مذہبی موضوعات پر لکھنے کا ایک طویل تجربہ ہے۔ زیرِ مطالعہ کتاب کے علاوہ انھوں نے "Zooastrian Ethics"، "The Spirit of Ancient Hindu Culture"، "The Philosophy of Shankara" اور "The Principles of Hindu Ethics" کتابیں تحریر کی ہیں۔

کتاب کی ابتدا خود مصنف ایم.اے. بوچ کے مقدمہ سے ہوتی ہے جس میں انھوں نے یہ بتایا ہے کہ یہ کتاب قرآن کے انگریزی ترجمہ پر مبنی ہے۔ کتاب کے لکھنے کا اصل مقصد، جیسا کہ مصنف نے لکھا ہے، اسلامی عقیدہ کی اصل ابتدائی اور ضروری چیزوں کا سمجھنا ہے۔ مصنف کا اعتراف ہے کہ وہ مسلمانوں کے تمام مبادی سے کلی طور پر متفق ہے۔ وہ خود لکھتا ہے "میں اپنی محنت کے نتائج کو اس واضح خیال کے ساتھ عام کرتا ہوں کہ ہندو ایمانداری سے اسلام کی روح کو سمجھنے کی کوشش کرے اور وہ قرآنی اصول کی عزت کرے جو اس کے شاستروں سے ملتا جلتا ہے۔"

اس کتاب کے دو حصے ہیں، پہلا حصہ قرآن کے فلسفیانہ پہلو کی وضاحت کرتا ہے۔ یہ خدا کے وجود اور توحید کو بتاتا ہے اور قرآنی اصولوں کے فائدے بیان کرتا ہے۔ یہ قرآن کا

مرکزی اصول ہے جس کے گرد تمام قرآنی افکار و تعلیمات گردش کرتے ہیں۔اس کے باوصف قرآنی آیات کے حوالہ سے خدا کی روحانی طبیعت کی وضاحت کی گئی ہے بالخصوص اس کی صفات و عادات۔ دوسری چیز جو اس حصہ میں آئی ہے وہ نماز، حج اور روزہ سے متعلق قرآن کی ہدایات ہیں۔قرآن کا فلسفۂ ایمان و عمل قرآنی آیات کی روشنی میں بتایا گیا ہے اور یہ بھی لکھا گیا ہے کہ قرآن کا سب سے اہم حصہ خدا کے لئے محبت و بغض کا فلسفہ ہے۔ یہ نیت کی طہارت پر زور دیتا ہے اور نتیجتاً وہ آدمی جو مخلصانہ طور پر خدا اور پاک تعلیمات پر یقین رکھتا ہے اس کے بالمقابل زیادہ بہتر اور سچا مسلمان ہے جو ظاہری ایمان رکھتا ہے اور خدا کے وجود پر اس کا کوئی یقین نہیں۔

وحی پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے اور قرآن سے اس بات پر دلائل فراہم کیے گئے ہیں کہ قرآن ایک منزل من اللہ کی کتاب ہے اور ہر مسلمان کو انبیاء و کتب سماویہ پر یقین رکھنا انتہائی ضروری ہے۔ انہیں یہ بھی ماننا چاہئے کہ انسان کی تقدیر اللہ کے ہاتھ میں ہے اور یہ کہ کائنات کا ایک مستقل نظام ہے جس کا چلانے والا بھی اللہ ہے۔ یہ اسی طرح کا ایک قانون ہے کہ اچھائی کا نتیجہ اچھا اور برائی کا پیش خیمہ برا ہوتا ہے۔

اصول ثواب و عذاب، توبہ، ایمان، آخرت اور یوم الحساب وغیرہ بھی اس کتاب کے پہلے حصہ میں جگہ پا چکے ہیں۔

دوسرے حصہ میں کل سات ابواب ہیں۔ پہلا باب ان اصولوں سے متعلق ہے جو عملی زندگی کے تصور پر دال ہیں۔اس میں وہ زریں اصول بھی ہے جس میں مادی طور پر مبالغہ قطعی ممنوع ہے۔ چنانچہ مال و زر کی عبادت قرآن سے ممنوع ہے۔ یہ ایک اصول بنا دیا گیا ہے کہ ہر اچھی چیز اس وقت بہتر ہوگی جب وہ خدا کے ارادہ سے منسلک ہو۔

جذباتی پہلو کو بھی زیر بحث لایا گیا ہے اور یہ مذکور ہے کہ ایک مقدار تک خود پر کنٹرول ذہنی اعتدال کو محفوظ رکھنے کے لئے انتہائی ضروری ہے۔ کسی چیز سے اسی حد تک لطف اندوز ہوا جائے کہ وہ گناہ نہ بن جائے۔ قرآن چند حدود کے اندر رہتے ہوئے خوشیوں سے لطف اندوز ہونے کو پوری طرح سے جائز قرار دیتا ہے۔

محنت و مشقت کے بقا کا مفہوم اور صبر کی اہمیت کو بھی قرآنی آیات کی روشنی میں بتایا گیا ہے۔

دوسرے حصہ کا دوسرا باب انسانی حقوق سے متعلق ہے اور صداقت، نفاق، کفر، اخلاص نیت، ایفائے وعدہ، ادائے قرض، چوری اور ڈکیتی وغیرہ کے اصول کو قرآنی آیات سے اخذ کیا گیا ہے۔ اسی طرح جائداد کے حقوق اور تقسیم میراث وغیرہ کو بھی جگہ دی گئی ہے۔

عدل اور نفاذ عدل نیز قرآنی نظام حکومت سے متعلق قرآنی دلائل اور ایک ذمہ دارانہ نظام کو بھی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

تیسرا باب ذاتی اور انفرادی زندگی سے متعلق ہے۔ اصول زواج، مقصد زواج، واجبات زوجین، زواج بیوہ، اخلاق زواج اور ازدواجی زندگی کے اقدار وغیرہ کو اس باب میں جگہ ملی ہے۔

چوتھا حصہ زندگی کے انسانی تصور پر دلالت کرتا ہے۔ والدین، اولاد، بیوی اور افراد معاشرہ کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا جائے؟ اسے اس باب میں بتایا گیا ہے۔

پانچواں باب قرآن کے ثقافتی اور تعلیمی تصور سے بحث کرتا ہے اور چھٹا بات کتاب کے ساتھ مسلمانوں کے برتاؤ پر دلالت کرتا ہے جسے عام طور پر صبر و رواداری کا نام دیا جاتا ہے۔ مصنف نے بتایا ہے کہ جب کفار مسلمان کے سرگرم دشمن ہوں اور ان پر ظلم کا یک

ذریعہ تو حالت بدل سکتی ہے اور جب اس طرح کے حالات پیدا ہوں گے تو جہاد کا نفاذ عمل میں آئے گا۔ جنگ کے شرائط و آداب کو تفصیل سے بتایا گیا ہے۔ ساتواں اور آخری باب اس دنیا میں دو متحرک طاقتوں کی وضاحت کرتا ہے۔ طاقت خدا اور قوت شیطان۔ چنانچہ جو لوگ خدا سے متعلق ہیں وہ عالی الاخلاق ہیں اور خدائی احکام کی روشنی میں خود پر قابو پاتے ہیں۔ یہ حصہ طہارت، رفق اور تواضع کی ضرورت پر زور دیتا ہے اور بتاتا ہے کہ ہر طرح کی بری خواہش، حقد، غیبت اور دھوکہ، مسلمانوں کو پسند نہیں چنانچہ عقیدہ یا تقوی کا کوئی معنی نہ ہوگا اگر اسے مساکین کے ساتھ رفق و محبت سے الگ کردیا جائے۔ قرآن نے پر زور طور پر مبالغہ و بخل دونوں سے روکا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ جو چیز سب سے اہم ہے وہ ان اعمال و اخلاق کے پیچھے سبب ہے اور وہ ہے خدا کے لئے محبت۔ موقع کو غنیمت جانتے ہوئے مصنف نے ایک اور خیال سے متعلق رائے دی ہے جو ہے اہنسا۔ ان کا کہنا ہے کہ اہنسا کا اصول آج کی ترقی یافتہ شکل میں قرآنی تعلیمات کا ایک اہم حصہ ہے۔ انھوں نے اہنسا کے تصور کو ثابت کرنے کے لئے قرآن سے بہت سی مثالیں دی ہیں۔

اس کتاب سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ مصنف قرآن کے فلسفۂ اخلاق سے اچھی طرح واقف ہے۔ انھوں نے انسانیت سے متعلق ہر اخلاقی اصول کو واضح کرنے کی مخلصانہ اور قابل قدر کوشش کی ہے۔ اس کتاب میں فکری فلسفۂ اخلاق کے ساتھ ساتھ عملی فلسفۂ اخلاق بھی بتایا گیا ہے۔ اور اس عقیدہ سے بھی پردہ اٹھایا گیا ہے جو انسان کو اپنے خالق سے قریب کرتا ہے اور ایک کامیاب زندگی کی طرف رہنمائی دیتا ہے۔ سب سے اہم اور قابل ستائش بات یہ ہے کہ ہر بات کو اتنے یقین اور قرآنی دلائل سے سمجھایا گیا ہے کہ مصنف کے ارادہ و خیال کو سمجھنے میں کوئی التباس یا شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ کتاب صرف قرآنی فلسفۂ اخلاق کو ثابت نہیں کرتی بلکہ صحیح اسلامی پیغام کے بارے میں پوری معلومات فراہم کرتی ہے۔

مقدمہ میں مصنف نے یہ اعلان کیا ہے کہ وہ قرآن کی اخلاقی تعلیمات سے پوری طرح متفق ہے۔ اور شاید یہی وہ سبب ہے کہ مصنف نے اصولوں کی توضیح کے وقت کوئی رائے نہیں دی۔ وہ صرف اصولوں کو قرآنی آیات کی روشنی میں بیان فرماتا ہے۔ کبھی کبھی تو ایسا لگتا ہے کہ مصنف صرف قرآنی آیات کو نقل کرنا چاہتا ہے سوائے اس ہلکے اشارے کے جس سے آیات کا ماحصل واضح ہو۔ اس کے باوصف انسانی زندگی کے ہر پہلو کے نفسیاتی تصور پر مصنف کی پاک سوچ کو بھلایا نہیں جاسکتا۔ ہوسکتا ہے کہ باتوں کی وضاحت میں کوئی نقص رہ گیا ہو مگر مصنف نے قاری کے ذوق کو پوری طرح ملحوظ رکھا ہے اور بات ہر طرح سے مکمل ہے۔

یہ ایک عام خیال ہے کہ اس طرح کی کتابیں کوئی تنقیدی تجزیہ نہیں رکھتیں۔ اس کے دو سبب ہوسکتے ہیں (۱) قرآنی افکار اپنے میں اتنے مکمل ہیں کہ ایک منصف قلمکار کو تنقید کا کوئی موقع نہیں ملتا (۲) یہ کہ اگر کسی کے ذہن میں کچھ ہے تو وہ اس ڈر سے نہیں کہتا کہ خود کو تنقید کا نشانہ بنادے گا مگر مصنف کے ساتھ دوسرا سبب نہیں۔ وہ قرآنی فلسفۂ اخلاق سے پوری طرح متاثر ہے۔

مصنف نے بہت سے خاص تصورات کو داخل کرنے کی کوشش کی ہے جیسے اہنسا وغیرہ۔ اس نے کفار کے ساتھ برتاؤ اور خدا کے لئے جانوروں کی قربانی کو بھی ثابت کیا ہے۔

مصنف نے قرآن کے انگریزی ترجمہ کا حوالہ دیا ہے مگر وہ صحیح حوالہ جات میں ناکام رہا۔ اس نے صرف سورتوں کے حوالے دیئے اور آیات کے نمبرات کو چھوڑ دیا جب کہ بغیر آیات کے نمبر کے قاری بآسانی نصوصِ قرآن تک نہیں پہنچ سکتا۔

یہ کتاب مسلمانوں کے لئے زیادہ مفید نہیں کیوں وہ کہ بلا واسطہ یا بالواسطہ قرآنی تعلیمات سے اچھی طرح واقف ہیں ہاں یہ خاص طور سے ملک اور عام طور سے پوری دنیا کے لئے مفید ثابت ہوگی۔ اس معنی میں یہ کتاب مصنف کی طرف سے عالم انسانیت کے حق میں ایک اہم خدمت ہے۔

حوالہ جات

۱ پنڈت رام چندر دہلوی: ہندی ٹرانسلیشن آف دی ورسز آف دی قرآن (مقدمہ)
۲ ابومحمد امام الدین: اسلام اور غیر مسلم ودوان، بنارس
۳ چینہ. ٹی. آئی: لٹریچر آن اسلام ان تیلگو لنگویج، عثمانیہ یونیورسٹی، حیدرآباد، ص ۱-۵
۴ ایضاً، ص ۱۴
۵ اسلام اور غیر ودوان
۶ کرسچین ڈبلو ٹرول: اسلام ان انڈیا، ج ۲، ص ۲۳۲
۷ ریڈینس، دسمبر ۱۹۹۲، شمارہ ۶-۱۲، ص ۵
۸ ایضاً، ص ۱۰

مراجع ومصادر

Andrews, C.F., Mahatma Ghandi's Ideas, Macmillan company 1930.

Awasthi, Vinay Kumar, Kur'ān Sharif-Tafseer-i-Majidee, Lucknow Kitabghar, 1983.

Bhave, Vinoba, The Essence of Qur'ān, Serva Seva Sangh Prakashan, Varanasi, 1962.

Buch, Maganlal A., Etihics of the Koran. Baroda, 1997.

Chakrbati, Atulananda, Hindus and Muslims of India. Thacker spink and Co. Calcutta, 1940.

Chndra, Pandit Ram, Hindi translation of the verses of the Qur'ān, Available in Pandini Kanya Mahavidyalaya, Varanasi, 1943, Introduction.

Chinnaiah, T.I., Literature on Islam in Telgu Language, (1925-75), Published M.Lit. Thesis, Osmania University, Hydrabad 1976.

Ghi, O.P., Selections from the Qur'ān, Sterling Publishers, New, Delhi, 1992.

Harishchandra, R.B., Khuda-Qur'ānic Philosophy, Parichaya overseas, New Delhi, 1979.

Imamuddin, Abu Muhammad, Islam Aur Ghair Muslim Vidwan, Benaras.

Lakshmi Narasu, P.S., Parallels from Sanatana Dharma and Islam, Sahitya Seva Sadan, Banglore, 1958.

Mishra, Raghunath Prasad, Hindi Translation of the Qur'ān.

Mudiraj, C.E., Qur'ān Sharif Ki'Azmat, Abulkalam Azad Oriental Research Institute, Hyderabad.

Mukundan, A.P., Congruencies of fundamentals in the Qur'ān and Bhagvat Geeta, Samkaleen Prakashan, New Delhi, 1990.

Pandey, Chandra Bali, Qur'ān Mein Hindi, Saraswati Mandir, Benaras, 1945.

Pranat, Prem Sharan, Hindi translation of the Qur'ān, Prem Pustakalaya, Agra.

Ram Chandra Dehlavi, Pandit, Hindi Translation of the Qur'ān 1943.

Rao, Bandi Srienivasa, Christ in the Qur'ān and Bible, Bandi Brothers, West Godawri A.P. 1975.

Rao, Chilkoori Narain, Telugu Translation of the Qur'ān, Aathreyaahramamu, Ananthapur, 1930, 1038.

Rao, Ummethala Keshava, Qur'ān Saeramu, (Telugu Translation of the Qur'ān), Gandhi Sahitya Pracharanalayamu, Chikada Pally, Hyderabad, 1975.

Satya Deoji, Hindi Translation of the Qur'ān, Tara Yantralaya, Benaras, 1914.

Sen, Girishchandra, Bengali Translation of the Qur'ān, 1881-86.

Shastri, Acharya Chatursen, Dharm Ke Nam Par, Indra Prasth Pustak Bhandar, Delhi, 1990.

Singh, Karan, Hindu Dharma Nai Chunautiyan, Raj Pal and Sons New Delhi, 1984.

Sundarlal, Pandit, The Gita and the Qur'ān, Institute of Indo Middle East Cutlural Studies, Hydrabad, 1957.

Verma, Satya Deo, Sanskritam Kuranam, Vishwa Sanskrit Pratishthan, Haryana, 2040 Vikrami.

Sharma, Arvind. The Qur'ān from the Stand Point of Hindu Revelation, 'Studies in Islam' (Qurateriy) 17(1) Jan. 80, 8-19 ft.N., Indian Institute of Islamic Studies, New Delhi.

The Eteranality of the Vedas and Qur'ān, A Comparative study', Philosophy East and West, Vo:XXVI, No.3, July 1976.

ہماری دیگر کتابیں

- ارمغان عروض — کندن لال کندن
- صحت الفاظ — سید بدر الحسن
- اردو ادب کی تنقیدی تاریخ — سید احتشام حُسین
- مصطلحات ٹھگی — علی اکبر الہ آبادی مرتب رشید حسن خاں
- دلی کی چند عجیب ہستیاں — اشرف صبوحی
- اردو نثر کا تنقیدی مطالعہ — ڈاکٹر سنبل نگار
- اردو شاعری کا تنقیدی مطالعہ — ڈاکٹر سنبل نگار
- مجتبٰی حسین کی بہترین تحریریں (مکمل دو جلدوں کا سیٹ) — مرتب حسن چشتی
- عالم اسلام کی اخلاقی صورت حال — اسرار عالم
- پیام اقبالؒ — پروفیسر محمد اسحاق اظہر